اِنابت الی اللہ

انابت کا مطلب یہ ہے کہ ایک خطا کار انسان اپنی غلطی کے احساس سے بلک پڑے، اس کے اندر شعورِ ذات کی ایسی چنگاری چمک اٹھے کے گناہوں اور لغزشوں کے ارتکاب کی لذتیت خاکستر ہوجائے اور اس کا دل اللہ کی طرف پھر جائے، وہ جو بھی قدم اٹھائے اسے ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہے کہ سیدھی راہ سے بھٹک نہ جاؤں پھر اس کے سبب بارگاہِ ایزدی سے توفیق ہدایت مانگتا رہے، یوں وہ ہمیشہ اپنے تعلق باللہ کا رشتہ دم بدم استوار کرتا رہے اور جب کہیں اسے اس راہ میں لغزش ہو فوراً اڈتی آنکھوں، دھڑکتے دل اور جلتے ہوئے احساس کے ساتھ اللہ کی طرف واپس آجائے۔

لیکن اب ذوقِ انابت کی جگہ ''ذوقِ سیاست'' نے لے لی ہے، خدائے کارساز کے بجائے اپنی کاوشوں پر اعتماد کرلیا گیا ہے۔ ہر کام میں جوڑ توڑ دسیسہ کاری موامرت کارفرما ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کی ساری برکتیں چھن گئی ہیں اور تمام رزم آرائیوں اور بزم آرائیوں کا حاصل شہرت وناموری یا زرومال رہ گیا ہے۔

کام چھوٹا گناہ بڑا

۲۲: کسی مسلمان بھائی کو کافر کہنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أيما رجل قال لأخيه: يا كافر! فقد باء بها أحدهما فان كان كما قال وإلا رجعت عليه.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦١٠٤)

''جس شخص نے بھی اپنے کسی بھائی کو کہا: اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہوگیا کیونکہ اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا تو ٹھیک ورنہ (تہمت) اس کہنے والے پر پلٹ آتی ہے۔''

۲۳: منافق کو سردار کہنا:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تقولوا للمنافق سيد فإنه ان يك سيدا فقد استخطتم ربكم.))

(سنن ابی داود، رقم الحديث: ٤٩٧٧)

''کسی منافق کو سردار کہہ کر نہ پکارو کیونکہ اگر وہ تمھارا سردار ہوا تو تم نے اپنے ربّ کو ناراض۔''

۲۴: بغیر علم کے فتویٰ دینا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من أفتى بغير علم كان إثمه على من أفتاه.)) (سنن أبي داود، رقم الحديث: ٣٦٥٧)

''جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔''

۲۵: ریاکاری:

حضرت جندب سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من سمع سمع الله به ومن يرائى يرائى الله به.))

(صحيح بخارى، رقم الحديث: ٦٤٩٩، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٩٨٧)

''جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کرے (تاکہ اس کی شہرت ہو) تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو سنا کر اسے رسوا کرے گا اور جو دکھلاوے کے لیے عمل کرے گا تو اللہ بھی سب لوگوں کو دکھا کر اسے رسوا کرے گا۔''

۲۶: گناہ اور فتنے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((تعرض الفتن على القلوب كالحصير عوداً عوداً فاي قلب أشر بها نكت فيه نكتة سوداء.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٤٤)

''فتنے دلوں پر ایسے آئیں گے کہ ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک جیسے چٹائی کی تیلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جائے گا تو اس پر ایک کالا دھبہ لگ جائے گا۔''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

22 ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 16 تا 22 مارچ 2012ء

شمارہ 12 جلد 64

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

وجعل الجنة مثواه

حافظ احمد شاکر

ہفتہ ۱۷ مارچ ۲۰۱۲ء تقریباً سہ پہر کے وقت پیکر علم وعمل مولانا ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کو دو ظالم اور بدبخت انسانوں نے ان کے گھر جا کر دوپہر کا کھانا کھانے اور چائے پینے کے بعد ان کا گلا گھونٹ کر انہیں جنت جاودانی کی طرف روانہ کر دیا ان لله ما اخذ وله مااعطیٰ وكل شيء عنده باجل مسمي ولا نقول الا مايرضى به ربنا انا لله وانااليه راجعون وانا بفراقك يا عبدالرشيد لمحزونون .

حافظ صاحب دارالدعوۃ السّلفیہ کے انتہائی خیر خواہ، ہفت روزہ الاعتصام کے قدردان، جماعت اہلحدیث کی ممتاز علمی شخصیت، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے اہم رکن، ملک میں حجیت حدیث کے منفرد مقرر، دفاع حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان تھک سپاہی، ہمارے یعنی میرے اور میری اولاد کے لیے سراپا نصیحت۔

حافظ صاحب یکم فروری ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے، حفظ قرآن کے بعد مختلف ملکی مدارس وجامعات میں ممتاز کامیابیوں کے بعد الجامعة الاسلامیه مدینه منوره المملكة السعوديه العربيه میں تعلیمی مراحل اعلیٰ پوزیشنوں میں طے کرتے رہے پھر چھ سال تک وطن عزیز کے بعض اہم مدارس کے آخری درجات کو قرآن وحدیث، فقہ، قواعد اور اصول کی کتابیں پڑھاتے رہے۔ اس اثنا میں انہوں نے ۱۹۹۷ء مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے حالات پر ایک مضمون لکھا دیگر بعض رسائل وجرائد میں مضامین لکھے ان میں سے جو ہمیں معلوم ہو سکے ''دینی مدارس کے نصاب اور طرز تعلیم پر ایک نظر'' اور ''معیشت اور اخلاق کا باہمی تعلق شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں''، نیز طلوع اسلام کے ایک مضمون پر مدلل تنقید بھی تحریر فرمائی (جس کا ذکر انہوں نے دارالدعوۃ السّلفیہ میں تشریف لا کر اور طلوع اسلام ملاحظہ فرما کر خود ارشاد فرمایا تھا۔) ایسے ہی ۱۰۰ صفحات کا ایک عربی مقالہ بہ عنوان ''شریعت میں مصلحت کا بہ طور دلیل استعمال'' بھی تحریر فرمایا۔ مولانا فتح محمد جالندھری رحمہ اللہ اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں مطبعی اور مروّجہ لفظی اغلاط کی تصحیح بھی فرمائی اس دوران انہوں نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے اصولِ حدیث پر معروف رسالہ عجالہ کی تعریب بھی کی اور اس پر تحقیقی وتفصیلی حواشی بھی لکھے نیز اس میں مقدمہ کے طور پر اتحاف النبيه فی ما يحتاج اليه المحدث والفقيه پر مولانا محمد عطاء اللہ رحمہ اللہ کے تحریر کردہ گراں قدر اردو مقدمے کی تعریب کر کے اس کو بہ طور مقدمہ شامل اشاعت کر دیا تھا۔

وطن عزیز کے سرکاری افسران کی تربیت کے بعض اہم سرکاری اداروں ...... نیپا، سالہ کالج وغیرہ...... میں وقیع لیکچرز دینے کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں مہمان استاذ کی حیثیت سے خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ۱۹۹۷ء میں نیویارک کے مسلمانوں کی دعوت پر مسلم کانفرنس میں شرکت کی اور مزید دو ہفتے تک اسلام پر تقاریر کیں ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء میں برطانیہ کی بعض کانفرنسوں میں اور ۲۰۰۲ء میں انڈونیشیا میں ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کی اور فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد کے فقہی مشیر بھی رہے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کے جو نمایاں امتیازات تھے ان میں تمسك بالكتاب والسنة خصوصی امتیاز تھا محدثین کرام، ائمہ عظام، علم، اصحاب علم، طلباء علم کا احترام، اساتذہ کی قدر شناسی اور ان کی شفقتوں رأفتوں اور ان سے اخذ واستفادہ کا نیازمندانہ اعتراف، مسلک محدثین سے بے پایاں محبت اور اس کی ترجمانی ہم عصر علماء ورفقاء کے علم وعمل اور صلاحیت وقابلیت کو تسلیم کرنا، تلاوت قرآن کی کثرت اور مواظبت، انہیں کسی بھی قسم کا مفاد کبھی احقاق سے نہ روک سکا اور نہ ہی کبھی کوئی مصلحت ابطال باطل کے وقت ان کے آڑے سکی۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ ہر طالب حق کی راہنمائی وہ مکمل یک سوئی سے فرماتے وہ ہر بات دلیل سے کرتے۔ حجیت حدیث کے موضوع پر ان کے پاس دلائل متحضر ہوتے، کم از کم میں نے اپنی زندگی ان کو ایسا واحد مقرر اور خطیب پایا جو خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت ضرور کرتے جن میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتماعی اطاعت کا ذکر ہوتا، اس کے بعد وہ ایسی احادیث پڑھتے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کی ہدایت کی ہوئی ہو۔ گویا کہ وہ منہج محدثین کے داعی بھی تھے، اس کا دفاع بھی کرتے، اس پر عمل بھی کرتے اور اپنے تلامذہ ونیازمندوں کی راہنمائی بھی اسی منہج کی طرف کرتے کیونکہ وہ علی وجہ البصیرت اسی منہج کو حق جانتے تھے چونکہ وہ مزاجاً طالب علم تھے اس لیے وہ رسائل وجرائد کا مطالعہ ضرور فرماتے خصوصاً الاعتصام دیکھتے وقت اس

میں اگر کوئی علمی تسامح نظر آتا تو اس کے اصلاح کی طرف فوراً متوجہ فرماتے حتیٰ کہ اس کی اہم مطبعی اغلاط کی نشاندہی بھی فرماتے۔ رحمه الله رحمة واسعة

حجیت حدیث کے علاوہ علم حدیث، اصول حدیث، رواۃ حدیث اسانید حدیث ان کا خصوصی موضوع تھا، انہوں نے ہفت روزہ الاعتصام کی اشاعت خصوصی میں اپنے ممدوح مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی سند حدیث کا اولاً تفصیلاً ذکر فرمایا پھر اس میں ذکر کردہ شیوخ کے اجمالی حالات بھی انہوں نے بیان کردیئے اس مضمون سے ہمیں پہلی بار علم ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے درمیان اکیس واسطے ہیں جو نبی ﷺ تک چوبیس واسطے بن جاتے ہیں۔ اسی طرح حافظ صاحب رحمہ اللہ نے فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ کے شروع میں ''افتاء واجتہاد'' کے نام سے تقریباً ۹۰ صفحات کا ایک وقیع مقدمہ بھی لکھا ہے جو ان کے کثرت مطالعہ، وسعت علم، ذوق اجتہاد اور منہج محدثین سے وارفتگی کا مظہر ہے افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ اب ان جیسی وسعت علم اور ان جیسے جرأت اظہار اور بیان کی سلیقہ مندی کی حامل شخصیات دن بدن مفقود ہو رہی ہیں۔ اللهم اجرنا فى مصيبتنا واخلف لنا خيرا منه

فرائض منصبی کی وجہ سے حافظ صاحب رحمہ اللہ کا علماء سے مسلسل رابطہ رہتا تھا اکثر اصحاب علم کی حقیقت وحیثیت سے وہ بخوبی واقف ہوتے تھے لیکن ہمارے علم کی حد تک وہ کسی صاحب علم پر تنقید برائے تنقید نہ فرماتے تھے بلکہ متعلقہ شخصیت کو براہ راست اس کی فرد گذاشتوں پر مطلع فرما کر اس کی اصلاح کی کوشش کرتے تا کہ علم کی دنیا اہل حدیث کا وقار اور مقام بلند رہے۔ پاکستان و بیرون پاکستان وہ دروس قرآن وحدیث کے لیے تشریف لے جاتے خصوصاً چند سالوں سے صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث پر درس ارشاد فرمانے کے لیے بیشتر مدارس وجامعات میں وہ تشریف لے جاتے لیکن ہر درس میں نکات کے تنوع سے یہ آشکار ہو جاتا کہ صحیح بخاری شریف پر ان کی نگاہ کس قدر عمیق اور صحیح بخاری شریف سے ان کا تعلق کس قدر گہرا اور والہانہ ہے وہ خود بھی بعض مدارس میں منتہی جماعتوں کو قرآن وحدیث فقہ وقواعد کی کتابیں پڑھاتے رہے لیکن اپنی خودنوشت میں انہوں نے لکھا ہے کہ اگرچہ بہت طلباء ان سے پڑھتے رہے لیکن میں خود کو استاد کہلانے کا اہل نہیں سمجھتا اللہ اللہ!! جامعہ سلفیہ میں ان کے جنازہ میں شریک علماء کا جم غفیر دیکھ کر من تواضع لله رفعه الله کی بات سمجھ آئی۔

حافظ صاحب جس سانحاتی موت کا شکار ہوئے ہیں وہ انتہائی افسوسناک بلکہ ہولناک ہے۔ امن وامان کے ذمہ دار اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اب حسب معمول حرکت میں آجائیں گے پہلے دن اس سانحہ کی خبر اوّل یا آخر صفحہ پر ہوگی پھر دوسرے، تیسرے صفحہ پر ہوگی پھر چوتھے پانچویں کے آخر میں ہوگی اور پھر غائب ہو جائے گی کہ ہمارے اردو میڈیا کے پاس اس طرح کی خبروں کی گنجائش بمشکل اسی قدر ہوتی ہے۔ باقی خبریں تو سیاست دانوں کی خانگی خبریں کسی کی منگنی، کسی کا ولیمہ، کسی کا عقیقہ یا پھر گویوں، ناچوں (جنھیں آرٹسٹ کہا جاتا ہے) کی بیماریوں پر بے چینی یا پھر ان کی کارکردگیوں کی خبریں کہ ان کے نزدیک اظہار رائے کی آزادی اسی کا نام ہے۔ باقی رہی مجرموں تک رسائی! تو ۴۳ سال میں اب تک حاجی اسحاق حنیف کے قاتل ہاتھ نہ آئے نہ ۲۵ سال گزرنے پر علامہ احسان الٰہی ظہیر کے قاتلوں تک رسائی ہوسکی حتیٰ کہ دنیا بھر کو دہشت زدہ کرنے والی ہماری عسکری ایجنسیاں ۲۴ سال میں صدر پاکستان ضیاء الحق کے قاتلوں کو بے نقاب نہ کرسکیں اور نہ ہی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت اپنی چیئر پرسن جنابہ بے نظیر کے قاتل اس کے ہاتھ نہ آسکے تو اب یہ نامور ایجنسیاں اس فقیر بے نوا حافظ عبدالرشید کے قاتلوں کو کیا پکڑیں گے۔

گزشتہ سال (مئی ۲۰۱۱ء) میں ایک سعودی سفارت کار کراچی میں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں کی گولی کا نشانہ بن گئے تھے ان کے قاتل بھی ابھی تک نامعلوم ہی ہیں۔ انہی دنوں ان صفحات میں ہم نے لکھا تھا کہ جو عالمی طاغوت رشتہ اسلام کی بنیاد پر پاک سعودی محبت واخوت سے خوف زدہ ہے وہ نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر اسلامی ممالک سے بھی...... پچھلے دنوں بنگلہ دیش میں بھی ایسا ہی واقعہ ہو چکا ہے...... سعودی سفارتکاروں کو بددل، بدگمان اور خوف زدہ کیے جانے کی اس کی پالیسی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ طاغوت نے اپنے تنخواہ دار، آلہ کار، کارندے اور ہمدرد ہر ملک اور ہر طبقہ میں پھیلا رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو عموماً اور پاک سعودی بھائیوں کو خصوصاً اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

تمام اہل حدیث اخوان اور ان کی تنظیمیں اس سفاکانہ حرکت کی بھرپور مذمت بھی کرتے ہیں اور اس پر احتجاج بھی نیز مطالبہ کرتے ہیں ان قاتلوں کو پکڑ کر سر عام سزا بھی دی جائے اور اس سازش کو بھی بے نقاب کیا جائے جس کے تحت نیو ورلڈ آرڈر کی اس قبیح شق پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔

ہم حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پس ماندگان سے جو، بیوہ محترمہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، دارالدعوۃ السّلفیہ کے اراکین اور ادارہ الاعتصام کے کارکنان اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ یہ بچے سب ماشاءاللہ حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہیں، ہم ان کے لیے صدقہ جاریہ بننے کے لیے دعا گو ہیں۔ اللهم ارفع درجته فى العليين والمهديين واجلعه مع الصديقيين والشهداء والصالحين.

درس قرآن — قسط نمبر ۱۵

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿واثارھم﴾ اوران کے چھوڑے ہوئے نشان۔ اٰثار، اثر کی جمع ہے۔ جس کے معنی نشان ہیں۔ نقش قدم کو بھی ''اثر'' کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کے ہاں گئے اور منزلِ مقصود سے آگے بڑھ گئے تو پھر:

﴿فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا﴾ [الكهف : ٦٤]

''وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر پیچھا کرتے ہوئے واپس لوٹے۔''

حدیث نبوی پر بھی ''اثر'' کا اطلاق اسی معنی میں ہوتا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور نقش قدم کا ذکر ہوتا ہے۔ اور ''اثر'' کی نسبت سے حدیث کی پیروی کرنے والے کو ''اثری'' کہا جاتا ہے۔

یہاں اٰثار کے دو مفہوم ہیں: ایک یہ کہ انھوں نے اپنے پیچھے جس قسم کے آثار چھوڑے ہم انھیں لکھ رہے ہیں۔ اگر نیک اعمال چھوڑے ہیں تو انھیں ان کا اجر ملے گا اور اگر برائیوں کا بیج بو کے گئے ہیں تو اس کا بھی ''وِزر'' ان پر ہوگا یہی مفہوم ایک اور مقام پر یوں بیان ہوا ہے:

﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ [القيامة : ١٣]

''اس (قیامت کے) دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔''

جیسے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس کے بعد جو اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے گا تو اسے اس برے طریقے کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد جو اس پر عمل کریں گے ان کے برے عملوں کا گناہ اسے بھی ملے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحيح مسلم : ١٠١٧ وغيره)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کا نامۂ اعمال منقطع ہوجاتا ہے: (۱) وہ نفع بخش علم چھوڑ گیا، (کسی کو علم پڑھا گیا، یا تحریر او رکتابوں کی صورت سے چھوڑ گیا اور لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔) (۲) نیک بیٹا چھوڑ گیا جو اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ یا (۳) صدقہ جاریہ کا اہتمام کرگیا۔ جیسے مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرگیا، کنواں یا پانی کا انتظام کرگیا، یا کتب خانہ ولائبریری بنا گیا یا غریبوں کے علاج کے لیے ہسپتال بنوا گیا۔ تو اس نوعیت کے صدقہ جاریہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان کو ملتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی قتل کیا جائے گا۔ ابن آدم کو اس قتل کی سزا کا حصہ ملے گا۔ کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کیا۔

(صحيح بخاري : ٣٣٣٥، صحيح مسلم وغيره)

یہی تفسیر امام سعید بن جبیر سے بھی منقول ہے۔ علامہ بغوی وغیرہ نے بھی یہی تفسیر پسند کی ہے۔

دوسرا مفہوم:

﴿واثارھم﴾ کا دوسرا مفہوم یہ بھی بیان ہوا کہ اس سے امور خیر یا امور شر کے لیے اٹھنے والے قدموں کے نشان مراد ہیں۔ امام مجاہد، حسن بصری اور قتادہ سے یہی قول منقول ہے۔ بلکہ قرآنِ مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے اللہ کی راہ میں اٹھنے والے آثارِ قدم لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ التوبہ میں ہے:

﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [التوبة: ١٢١]

''اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنوسلمہ نے چاہا کہ ہم مسجد نبوی کے قریب گھروں میں منتقل ہوجائیں، رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمھارا ارادہ ہے کہ ہم مسجد کے قریب منتقل ہوجائیں۔ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"يا بني سلمة دياركم تكتب آثاركم، دياركم تكتب آثاركم.)) (صحيح مسلم: ١٥٢٠)

''اے بنی سلمہ اپنے گھروں میں رہو تمھارے قدموں کے آثار لکھے جاتے ہیں، اپنے گھروں میں برقرار رہو تمھارے قدموں کے آثار لکھے جاتے ہیں۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوسلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے مسجد نبوی سے دوری کی شکایت کی اور مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ جس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے انھیں فرمایا:

((إن آثاركم تكتب))

''تمھارے قدموں کے آثار کو لکھا جاتا ہے۔''

چنانچہ انھوں نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا۔ یہ روایت ترمذی (۳۲۲۶)، طبری، ابن ابی حاتم وغیرہ کتب میں طریق بن شہاب ابوسفیان کے واسطہ سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہے مگر مسند بزار وغیرہ میں سعید بن ایاس الجریری ان کا متابع موجود ہے اور وہ ثقہ ہے۔ سعید اگرچہ مختلط ہے مگر یہ روایت ان سے امام شعبہ اور عبدالاعلیٰ روایت کرتے ہیں اور ان دونوں نے سعید الجریری سے اختلاط سے پہلے سماع کیا ہے۔ (تهذيب: ٤/ ٧)

اس لیے یہ روایت سنداً صحیح ہے مگر حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے اس واقعہ کے تناظر میں اس آیت کے نزول کا ذکر غریب ہے کیونکہ یہ سورت بتمام وکمال مکی ہے۔ اسی نوعیت کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ابن ماجہ (۷۸۵) وغیرہ میں مروی ہے کہ انصار کے گھر مسجد سے دور تھے تو انھوں نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ (مصباح الزجاجه: ١/ ١٠١)

اور علامہ منذری نے الترغیب (۱/۲۰۹) میں جو اس کی سند کو جید کہا ہے، محل نظر ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس کے موقوف ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ کسی آیت کے شانِ نزول میں بس اوقات "نزلت فی كذا" (یہ فلاں واقعہ پر نازل ہوئی) اس سے مراد یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بھی اس کا مصداق ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مقدمہ فی اصول التفسیر، ص:۴۸ میں، علامہ زرکشی نے البرہان (۱/۳۱، ۳۲) میں اور علامہ سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی واقعہ کے تناظر میں آیت کا نزول دوسری بار بھی ہو۔ لہٰذا جب حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ثقہ راویوں سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے تو ممکن ہے آیت کا نزول مکرر ہو یا راوی نے اسے اس واقعہ کے مصداق کے اعتبار سے روایت کیا ہو۔ واللہ اعلم

مسجد میں باوضو آنا:

مسجد میں باوضو ہو کر آنے کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز کا اجر وثواب سب سے زیادہ اسے ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز کے لیے آتا ہے۔ (بخاری:۶۶۲ ومسلم)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب فرماتے ہیں کہ انصار میں ایک انصاری صحابی تھا جس کا گھر مسجد سے سب سے دور تھا، تمام نمازیں مسجد میں

پڑھتا تھا، کوئی نماز بھی فوت نہیں ہوتی تھی، اسے کہا گیا کہ کاش تم کوئی گدھا (سواری کے لیے) لے لو اندھیرے میں اور سخت گرمی میں اس پر سوار ہو کے آیا کرو۔ اس نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے قریب ہو، میں چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کے آنا اور واپس گھر جانا (میرے اجر میں) لکھا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ سب تمھارے لیے (نامہ اعمال میں) جمع کر دیا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسے اعمال نہ بتلاؤں جن کی بدولت اللہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور درجات بلند کر دیتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ چاہتے ہوئے بھی پورا پورا وضو کرنا، بہ کثرت قدموں پر چل کر مسجد کی طرف آنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا۔ یہی رباط ہے۔ یہی رباط ہے۔ یہی رباط ہے۔ (صحیح مسلم: ٥٨٧)

اس موضوع کی دیگر روایات کے لیے الترغیب والترہیب (١/ ٢٠٦، ٢١٣) ملاحظہ فرمائیں۔ ثابت البنانی فرماتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تیزی سے چلنے لگا تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر ہم آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ جب ہم نے نماز مکمل کر لی تو انھوں نے فرمایا: میں زید بن ثابت کے ہمراہ تھا تو میں تیز تیز قدموں سے چلنے لگا، انھوں نے فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ تمھیں معلوم نہیں آثارِ قدم لکھے جاتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ اثر نقل کر کے فرمایا ہے کہ اس میں اور پہلی تفسیر میں کوئی منافات نہیں بلکہ اس سے اس کی بالاولیٰ تصدیق ہوتی ہے کہ جب آثارِ قدم لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی بھلائی اور بُرائی بالاولیٰ لکھی جائے گی۔

مجلّہ دفاعِ اسلام کی اشاعت

کراچی کی ایک تنظیم ''تحفظ حدیث فاؤنڈیشن'' نے ایک علمی وتحقیقی مجلّہ ''دفاعِ اسلام'' کا اجراء کیا ہے۔

شیخ محمد حسین میمن مدیر اعلیٰ اور ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی مدیر ہیں۔ اس کے مضامین اہل ذوق کے مطالعے کے لیے بڑے مفید ومعلوماتی ہیں۔ (منیجر دفاعِ اسلام، کراچی)

شیخ محمد سعید شمسی کی وفات

کراچی جماعت اہل حدیث کے بزرگ محترم شیخ محمد سعید شمسی گزشتہ ہفتے کچھ عرصہ علالت کے بعد وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے نیک طینت، نیکی کے امور میں سبقت رکھنے والے، ہمدرد وغم خوار آدمی تھے۔ محترم سلیم احمد شمسی صاحب کے یہ چچا تھے۔ دعا ہے اللہ کریم مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے، آمین۔ (ادارہ الاعتصام)

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: إذا كانوا أربعة

جب چار آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں

١٢٠٤ . عن عبد الله قال: قال النبي ﷺ: ((إذ كنتم ثلاثة فلا يتناجى اثنان دون الثالث ، فإنه يحزنه ذلك .))

''حضرت عبداللہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم تین آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو شخص آپس میں سرگوشی نہ کریں اس سے اس کو دکھ ہوگا۔''

١٢٠٥ . عن أبي صالح عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ مثله . قلنا: فإن كانوا أربعة؟ قال: لا يضره .

''حضرت ابوصالح کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کی ہے۔(اتنا زیادہ آیا ہے) ہم نے عرض کی، اگر چار ہوں تو فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔''

١٢٠٦ . عن عبد الله ، عن النبي ﷺ قال: ((لا يتناجى اثنان دون الآخر حتى يختلطوا بالناس، من أجل أن ذلك يحزنه .))

''حضرت عبداللہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تین آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں اس وجہ سے اسے دکھ ہوگا اگر وہ تینوں آدمی اور لوگوں کے ساتھ مل جائیں۔''

١٢٠٧ . عن ابن عمر قال: إذا كانوا أربعة فلا بأس .

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب چار آدمی ایک جگہ ہوں تو پھر دو آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

باب: إذا جلس الرجل إلى الرجل يستأذنه في القيام

جب کوئی آدمی کسی کے پاس جا کر بیٹھے تو اٹھتے وقت اجازت لے

١٢٠٨ . ((عن أبي بردة بن أبي موسى قال: جلست إلى عبد الله بن سلام فقال: إنك جلست إلينا وقد حان منا قيام . فقلت: فإذا شئت ، فقام فاتبعته حتى بلغ الباب .))

''ابوبردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر بیٹھا تو انھوں نے کہا: آپ آ گئے ہیں ہم تو اٹھنے والے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ جب چاہیں جا سکتے ہیں چنانچہ وہ اٹھے تو میں دروازے تک ان کے ساتھ آیا۔''

باب: لا يجلس على حرف الشمس

سورج کے سامنے نہ بیٹھو

١٢٠٩ . حدثني قيس عن أبيه ، أنه جاء ورسول الله ﷺ يخطب ، فقام في الشمس ، فأمره فيتحول إلى الظل .

''حضرت قیس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے وہ خطبہ سننے کے لیے دھوپ ہی میں کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا سایہ میں چلے جاؤ تو یہ سایہ میں چلے گئے۔''

افتاء

(۱)......لاعلمی کی طلاق (۲)......ناشزہ کی اولاد کا نان ونفقہ

(۳)......یتیم پوتے کی وراثت (۴)......نمازِ فجر کی دو سنتیں، طلوعِ شمس سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں؟

(مولانا مفتی عبید اللہ عفیف)

سوال: راقم الحروف شادی کے بعد سسرال ہی کے گھر میں رہنے لگا اور سسرال ہی کے مکان میں میں نے اپنا کاروبار شروع کر دیا سسرال والوں نے جھگڑا کر کے مجھے مکان سے بھی نکال دیا اور میرے کاروبار پر بھی قبضہ کر لیا اور بیوی نے ذاتی مکان کا مطالبہ کر دیا جو میں پورا نہ کر سکتا تھا۔ اس بات کا عذر بنا کر بیوی اپنے والدین کے گھر میں ہی رک گئی اور میں الگ کرائے کے مکان میں رہنے لگا۔

ایک دن میرے سمدھی جن کے ہاں میں نے اپنی بچی کا رشتہ طے کیا ہوا تھا میرے پاس سادہ کاغذ لے کر آئے اور کہا کہ تم اس سادہ کاغذ پر دستخط کر دو میں آپ کے درمیان صلح کی کوشش کرتا ہوں۔ بعد ازاں میرے سسر کے انتقال پر میرے بھائی جب تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے تو انھیں علم ہوا کہ میرے دستخط والے کاغذ پر میری بیوی نے طلاق لکھوا کر دوسری جگہ نکاح کر لیا ہے۔

واضح رہے کہ میرے پانچ بچے ہیں، ایک بیٹا میرے پاس باقی میری بیوی کے ساتھ رہتے ہیں۔ سب سے چھوٹی بچی کی عمر گیارہ سال ہے۔ جواب طلب سوال یہ ہیں کہ

(۱)...... دھوکے کے ساتھ سادہ کاغذ پر دستخط کروا کر اس پر طلاق لکھ لینے سے کیا طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

(۲)...... میری مرضی کے بغیر بچے جب اس نے اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں تو کیا اس کا نان ونفقہ میرے ذمہ ہے؟

جواب: بشرط صحت سوال مسئولہ کی طلاق چونکہ دھوکہ پر مبنی ہے خاوند سے دھوکہ میں سفید کاغذ پر دستخط لے کر بعد میں از خود طلاق نامہ تحریر کر لیا گیا۔ جبکہ طلاق شرعاً وہ معتبر ہوتی ہے جو عاقل بالغ خاوند اپنے اختیار اور مرضی اور بلا جبر واکراہ دے کیونکہ طلاق صرف خاوند کا حق شرعی ہے اور اس کے اس حق شرعی کو چھینا نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کی حسب ذیل پانچ نصوص صریحہ سے بلا کسی غبار کے صاف واضح ہے۔

۱۔ ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ [البقرۃ: ۲۳۰]

''پھر اگر کوئی اپنی بیوی کو (تیسری) طلاق دے ڈالے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک کسی اور سے (آباد رہنے کی نیت سے) نکاح نہ کرے۔''

۲۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا لَـكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا﴾ [الاحزاب: ۴۹]

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر جماع سے قبل ان کو طلاق دے ڈالو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں۔''

۳۔ ﴿وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ﴾ [البقرۃ: ۲۳۲]

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ عدت گزرنے کو پہنچ جائیں تو ان کو طلاق دہندہ خاوندوں سے از سر نو نکاح کرنے سے مت روکو جب وہ قاعدہ کے مطابق باہم راضی ہوں۔''

۴۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ﴾ [الطلاق: ۱]

''اے نبی ﷺ (آپ مومنوں کو کہہ دیجیے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت (یعنی طہر) میں طلاق دو۔''

۵۔ ﴿وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ [البقرۃ: ۲۳۱]

''اور جب تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق دی ہو پھر وہ اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تم انھیں قاعدہ کے مطابق رجوع کر کے نکاح میں رکھو یا پھر شریعت کے مطابق ان کو چھوڑ دو۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فجعل الطلاق لمن نكح لان له الامساك وهو الرجعة." (فقه السنة: ٢/ ٢٢)

''اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق چونکہ نکاح کرنے والے کو دیا ہے اس لیے امساک یعنی رجعی طلاق کا حق بھی اسے ہی دیا ہے۔''

ان پانچوں آیات اور ابن قیم رحمہ اللہ کی وضاحت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق صرف شوہر ہی کو دیا ہے امساک (رجوع) کا حق خاوند کو حاصل ہے۔

لہٰذا ان آیات سے ثابت ہوا کہ مذکورہ طلاق قرآن کی ان نصوص کے خلاف دھوکہ دہی پر مبنی ہے۔ لہٰذا واقع ہی نہیں ہوئی ان آیات کے ساتھ ساتھ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

"عن ابن عباس رضى الله عنه قال اتى النبي ﷺ رجل فقال يا رسول الله ﷺ ان سيدى زوجنى امته، وهو يريد ان يفرق بينى وبينها قال فصعد رسول الله ﷺ المنبر فقال يا ايها الناس ما بال احدكم يزوج عبده امته ثم يريد ان يفرق بينهما؟ انما الطلاق لمن اخذ بالساق." (سنن ابن ماجه: ٢/ ١٥٢)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ میرے آقا نے میرا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا تھا اب وہ ہم کو ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے فلاں کا کیا حال ہے اور کیسا آدمی ہے کہ اپنی لونڈی کے ساتھ اپنے غلام کا نکاح کرنے کے بعد اب ان میں تفریق کرنا چاہتا ہے (یاد رکھو) طلاق کا حق صرف بیوی کو چھونے والے ہی کو ہے کسی اور کو نہیں۔''

یہ حدیث عبداللہ بن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن چونکہ قرآن کی مذکورہ آیات سے اس کو تقویت پہنچی فتویٰ اسی پر ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان حديث ابن عباس وان كان فى اسناده ما فيه فالقرآن يعضده وعليه عمل الناس كما فى التعليق المغنى. (انجاز الحاجة: ٦/ ٥٧٥، ٥٧٦)

اس حدیث سے ثابت ہوا حق ایقاع طلاق فقط شوہر کو ہے لہٰذا سوالنامہ میں مسئولہ طلاق پر دھوکہ سے دستخط کروا کر جھوٹی طلاق لکھی گئی ہے۔ لہٰذا شرعاً غیر معتبر ہونے کی وجہ سے نکاح قائم اور بحال ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے شراب پلا کر طلاق کے سادے کاغذ پر شوہر کا انگوٹھا لگوا لیا اور اس پر طلاق نامہ لکھ دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ فرضی طور پر کسی سے کسی کی طرف سے طلاق نامہ لکھ دینے سے اور بدون اطلاع اس امر کے کہ اس کاغذ میں طلاق لکھی ہوئی ہے شوہر کا انگوٹھا لگوا لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح سفید سادہ کاغذ پر کسی حیلہ سے شوہر کا انگوٹھا لگوا کر بعد میں اس کاغذ میں طلاق لکھ دینے سے شوہر کی طرف سے طلاق واقع نہ ہوگی کما فی حدیث ابن ماجه: الطلاق لمن لم اخذ بالساق" اور شامی میں ہے:

وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه ولم يمله بنفسه لا يقع الطلاق ما لم يقرانه كتابته. (ردّ المحتار، ج: ٢، ص: ٥٨٧۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن عثمانی، ج: ٩، ص: ١٠٠ اور ١٤٥)

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ بالا قرآن وحدیث اور فقہ کے مطابق یہ طلاق شرعاً معتبر نہیں کہ دھوکہ اور فراڈ پر مبنی ہے۔ لہٰذا نکاح قائم اور بحال ہے۔

جواب سوال نمبر۲: چونکہ عورت بلاوجہ روٹھ کر میکے بیٹھی ہوی ہے جو قرآن وفقہ کی زبان میں ناشزہ ہے اور ناشزہ بیوی نان ونفقہ کی مستحق نہیں ہوتی۔ چنانچہ فتاویٰ نذیریہ، ج:۳ میں شیخ الکل فی الکل میاں نذیر

حسین محدث دہلوی اسی قسم کے سوال کے جواب میں تصریح فرماتے ہیں:

صورتِ مسئولہ میں جبکہ عورت بلا اجازت اپنے شوہر کے گھر سے نکل گئی ہے اور بلانے پر شوہر کے گھر آنے سے بالکل انکار کرتی ہے تو وہ عورت بلاشبہ ناشزہ ہے اس نشوز کی وجہ سے اس کو نان ونفقہ وصول کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم﴾ الآیۃ۔

جامع البیان میں ہے:

وهٰذا بل على انها كانت مخيرة بين الملازمة واخذ النفقة وبين الخروج وتركها . انتهى

(فتاوىٰ نذيريه : ۳ / ۱۱۰)

مفتی عزیز الرحمٰن اسی قسم کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں جبکہ وہ عورت شوہر کے گھر سے خلاف مرضی شوہر کے اپنی باپ کے گھر چلی گئی نفقہ اس کا ساقط ہوگیا۔ اگر وہاں رہتے ہوئے شوہر اس کو نفقہ نہ دے گا تو گناہ گار نہیں ہوگا اور اگر دے دے تو یہ شوہر کا تبرع اور احسان ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند از عزیز الرحمٰن عثمانی: ۱۱/۱۱۲)

یتیم پوتے کی وراثت:

سوال: معراج دین ولد کریم بخش زرعی اراضی تعدادی رقبہ ۱۳ کنال ۱۷ مرلہ اور ۶ کنال ۲ مرلہ، کل رقبہ ۱۹ کنال ۱۹ مرلے کا واحد مالک تھا اور اس کے تین پسران ہیں اور ایک لڑکی ہے۔ جن کے نام یہ ہیں: (۱) عبدالغفور، (۲) محمد ارشد، (۳) ظہور احمد (مرحوم) (پسران معراج دین) اور اقبال بانو دختر معراج دین۔

ظہور احمد کی بیوی سکینہ نے ۲۲ سال قبل عدالت میں مقدمہ دائر کر کے ظہور احمد سے طلاق حاصل کر لی تھی۔ اور بوقت طلاق سکینہ کی گود میں بیٹا تھا جس کو سکینہ نے طلاق کی خاطر عدالت سے منت سماجت کر کے اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ اس بیٹے کے علاوہ وہ ہر چیز سے دست بردار ہے۔ لہٰذا عدالت نے سکینہ کی بات مان کر بیٹا سکینہ کے حوالے کر دیا۔ ظہور احمد سے سکینہ کو ۱۰/ جون ۱۹۹۱ء کو طلاق دلوائی گئی تھی اور ظہور احمد بھی ۲۸/ مئی ۱۹۹۵ء کو وفات پا گیا تھا۔

معراج دین مذکور بھی مؤرخہ ۲۲/ نومبر ۲۰۱۱ء کو وفات پا گیا تھا۔ اور اس نے فوت ہونے سے پہلے ہی اپنی ملکیتی زرعی اراضی ۱۳ کنال ۱۷ مرلہ مؤرخہ ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو اپنے دو لڑکوں عبدالغفور اور محمد ارشد کے نام منتقل کروا دی تھی اور اسی طرح اپنی دوسری ملکیتی اراضی ۶ کنال ۲ مرلہ صرف اپنے لڑکے محمد ارشد کے نام مؤرخہ ۱۲/ فروری ۲۰۱۰ء منتقل کرا دی تھی۔

معراج دین مذکور نے اپنی ملکیتی اراضی نہ ہی اپنی بیٹی اقبال بانو اور اپنے بیٹے ظہور احمد اور نہ ہی اس بیٹے کے جس کو بوقت طلاق سکینہ کے حوالے کر دیا تھا، نام کرائی تھی۔

اب ہوا یہ کہ ۲۸ جنوری ۲۰۱۲ کو سکینہ کے بشارت نامی بیٹے نے آ کر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا ہے کہ وہ معراج دین مذکور کا پوتا ہونے کے ناطے زرعی اراضی تعدادی رقبہ ۱۹ کنال ۱۹ مرلہ میں حصہ دار ہے اس کو حصہ دیا جائے۔

لہٰذا التماس ہے کہ مذکورہ بالا تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ آیا سکینہ کا بشارت نامی بیٹا جو کہ معراج دین کا پوتا ہونے کے ناطے زمین کا حق دار ہے یا نہیں؟

(محمد مقبول ولد کریم بخش)

جواب: صورتِ مسئولہ میں بشارت شرعاً وارث نہیں۔ (پوتا شرعاً وارث نہیں۔)

بشرطِ صحت سوال واضح ہو کہ جب مورث کے بیٹے اور بیٹیاں زندہ موجود ہوں تو یتیم پوتا اپنے دادے کا وارث نہیں ہوتا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ایک باب بایں الفاظ قائم ہے:

باب ميراث ابن الابن اذا لم يكن ابن قال زيد: لا يرث ابن الابن مع الابن .

یعنی چچا کے ہوتے ہوئے بھتیجا (پوتا) وارث نہیں ہوتا۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو لاولى رجل ذكر . (صحيح بخارى: ۲ / ۹۹۷)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حصے داروں کے حصے ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اس مرد کو دے دو جو مرنے والے کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔''

ظاہر ہے پوتے کے مقابلہ میں بیٹا زیادہ قریب ہوتا ہے۔لہٰذا چچا کی موجودگی میں پوتا محروم ہے۔مفتی کسی قانونی سقم کا ذمہ دار نہ ہوگا۔
رہا یہ کہ معراج دین نے اپنی بیٹی اقبال بانو کو بالکل محروم کردیا ہے۔اور اس طرح بیٹے ارشد کو عبدالغفور پر ترجیح شرعاً ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ والدین کو حکم ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی لڑکے یا لڑکی کو نہ سرے سے محروم کرسکتے ہیں اور نہ کسی لڑکے یا لڑکی کو دوسری اولاد پر ترجیح دے سکتے ہیں۔اگر کسی کو محروم یا کسی کو دوسرے پر ترجیح دیں گے تو ظالم قرار پائیں گے اور سخت مجرم اور حدود اللہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے۔والهداية في يد الله تعالىٰ

سوال: والدہ صاحبہ کی پانچ بیٹیاں، اقبال، ساجدہ، مختار، صفورہ، گلزار اور دو بیٹے حافظ حبیب اللہ اور خلیل ہیں۔ والدہ صاحبہ کی زندگی میں بیٹی ساجدہ وفات پاجاتی ہے۔ساجدہ کی اولاد والدہ صاحبہ کی وراثت کی حقدار ہے؟ (انوار الحق، نارووال)

جواب: صورتِ مسئولہ میں اقبال، مختار، صفورہ اور گلزار (بیٹیاں) اور حافظ حبیب اللہ اور خلیل دونوں بیٹے وارث ہیں اور ساجدہ کی اولاد محروم رہے گی۔کیونکہ بیٹوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شرعاً وارث نہیں ہوتے۔ہاں، اگر مورث کے بیٹے اور بیٹیاں زندہ نہ ہوں تو پھر پوتے پوتیاں وارث ہوتے ہیں۔جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

باب ميراث ابن الابن اذا لم يكن ابن قال زيد ...... لا يرث ولد الابن مع الابن .

یعنی چچا کی موجودگی میں بھتیجا وارث نہیں ہوگا یعنی بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا وارث نہیں ہوتا۔پھر یہ حدیث لائے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فهو لاولى رجل ذكر . (صحيح بخارى: ۲/ ۹۹۷)

”حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حصے داروں کو حصے ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ اس مرد کو دے دو جو مرنے والے کا زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔“

اور ظاہر ہے کہ بیٹا پوتے سے زیادہ قریب ہے۔لہٰذا ساجدہ چونکہ والدہ کی زندگی میں وفات پاچکی ہے اور وہ وارث نہیں لہٰذا اس کی اولاد بھی وارث نہیں۔ والدہ کی زندہ اولاد بیٹے اور بیٹیاں ہی وارث ہیں۔مفتی کسی قانونی سقم کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

سوال: نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوجائے تو سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اگر نہیں پڑھی جاسکتیں تو یہ سنتیں کب پڑھے، نماز جماعت کے بعد یا سورج نکلنے کے بعد؟

جواب: صبح کے فرضوں کے بعد طلوعِ شمس سے قبل فجر کی سنتیں پڑھ لینا جائز ہے۔جیسے کہ جامع ترمذی میں ہے:

محمد بن ابراهيم عن جده قيس قال خرج رسول الله فاقيمت الصلاة فصليت معه الصبح ثم انصرف النبى ﷺ فوجدنى اصلى فقال مهلا يا قيس اصلاتان معا قلت يا رسول الله ﷺ انى لم اكن ركعت ركعتى الفجر قال فلا اذن . وقال الترمذى اسناد هذا الحديث ليس بمتصل . (تحفة الاحوذى: ۱/ ۳۲۵)

حضرت قیس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے لگ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا دوبارہ نماز پڑھنا شروع کردی میں نے عرض کیا کہ میں فجر کی سنتیں نہیں پڑھ سکا وہ پڑھی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چلئے ٹھیک ہے۔

یہ حدیث ضعیف ہے مگر یہی حدیث صحیح ابن حبان اور بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔اس پر کوئی جرح نہیں۔لہٰذا فجر کے فرضوں کے بعد طلوعِ شمس سے قبل فجر کی سنتیں پڑھ لینا بلاشبہ جائز ہیں اور طلوعِ شمس کے بعد والی حدیث ضعیف ہے۔تاہم عبداللہ بن مبارک، سفیان ثوری، احمد، شافعی اور اسحاق بن راہویہ جیسے ائمہ طلوعِ شمس کے بعد سنتیں پڑھنے کے قائل ہیں۔

خواب کی اقسام اور احکام

محمد ابراہیم سلفی

رؤیا (خواب) کی اقسام:

حدیث میں رؤیا (خواب) کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں، چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرؤيا ثلاث فالرؤيا الصالحة بشرى من الله ورؤيا تحزين من الشيطان ورؤيا مما يحدث المرء نفسه فان رأى احدكم ما يكره فليقم فليصل ولا يحدث بها الناس .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ٥٩٠٥)

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو نیک خواب جو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہیں دوسرے غمزدہ خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ تیسرے وہ خواب جو دل کے خیالات ہوں، پھر جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے۔ اور لوگوں سے (یہ خواب) بیان نہ کرے۔''

یہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((الرؤيا ثلاث حديث النفس وتخويف الشيطان وبشرى من الله فمن رأى شيئا يكرهه فلا يقصه على احد وليقم فليصل .))

(صحيح بخاری، رقم الحديث : ٧٠١٧)

''خواب کی تین اقسام ہیں، دل کے خیالات، شیطان کا ڈرانا اور اللہ کی طرف سے خوشخبری۔ جو شخص خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھے تو وہ کسی کو بیان نہ کرے اور کھڑا ہو جائے اور نماز ادا کرے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے، لیکن جامع ترمذی اور سنن نسائی میں اس حدیث کو مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ (فتح الباری : ٨/ ١٨٤)

ا۔ خواب کی پہلی قسم: رؤیائے صادقہ:

رؤیائے صادقہ جیسا کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس کے نام سے ظاہر ہے۔ سچے خواب کو کہتے ہیں یعنی ایسا خواب جو شعور کی مداخلت سے آزاد ہو کر ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ انسانی روح کا رابطہ قائم ہو جانے کے نتیجے میں نظر آتا ہے۔ اس حالت میں بسا اوقات آدمی کسی حقیقت کو یا کسی ہونے والے واقعہ کو بالکل اصل شکل میں دیکھتا ہے۔ کبھی آدمی کو کسی مسئلہ میں بالکل صریح اور صاف علم یا مشورہ دیا جاتا ہے اور وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا اس نے دن کی روشنی میں بحالت بیداری کوئی بات سنی یا کوئی چیز دیکھی ہے اور کبھی آدمی کو یہ امور کسی علامتی تمثیل (Symbolic Form) کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ جس کے معنی متعین کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ تعبیر خواب میں بصیرت رکھنے والے ان تمثیلات کے معنی بسا اوقات ٹھیک ٹھیک متعین کر لیتے ہیں اور اگر اس طرح متعین نہ ہوں تو بعد میں کسی وقت جب ان کی تعبیر عملاً سامنے آجاتی ہے۔ تب یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں خواب جو ہم نے دیکھا تھا اور اس کے معنی ہم نہ سمجھ سکے تھے۔ اس کی صحیح تعبیر یہ تھی۔ ان تمثیلی اشکال کی تعبیر کے لیے صحیح طریقے کی طرف ہماری راہنمائی وہ دو خواب کرتے ہیں، جو حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر آئے تھے اور ان کی تعبیر خود قرآن مجید

میں بتلائی گئی ہے۔ اس کے بعض اصول ان تعبیروں سے بھی معلوم ہوتے ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے بعض خوابوں کی بیان کی ہیں، لیکن تعبیر خواب کا بہت بڑا انحصار خداداد بصیرت پر ہے۔ اس کے کچھ لگے بندھے اصول نہیں ہیں کہ فن تعبیر کو ایک سائنس کی طرح منضبط کیا جاسکے اور ہر تمثیلی شکل یا لفظ کے لیے ایک خاص معنی کا تعین کیا جاسکے۔'' (تفهيم الحديث : ۲/ ۲۰)

اچھے خواب کے اسباب:

انسان اچھے خواب دیکھنا پسند کرتا ہے کیونکہ یہ انسان کے لیے خوشی اور مسرت کا باعث ہیں۔

شارحین حدیث نے اچھے خواب کے کئی اسباب بیان کیے ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔سچائی:

انسان اگر اپنے اقوال میں سچائی اختیار کرے اور جھوٹ سے اجتناب کرے۔ تو وہ اچھے خواب دیکھتا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المسلم تكذب وأصدقكم رؤيا أصدقكم حديثا .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ۵۹۰۵)

''جب زمانہ (ختم ہونے کے) قریب آجائے گا تو مسلمان کا خواب شاذونادر ہی جھوٹا ہوگا اور تم میں سے سب سے سچا خواب اس کا ہوگا جو باتوں میں سب سے سچا ہوگا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، اور ابتداء میں امام خطابی کے دو اقوال کا بھی تذکرہ کیا ہے:

۱۔ ''جب زمانہ قریب آئے گا'' اس کا معنی یہ ہے کہ بہار کے موسم میں جب دن رات برابر ہو جاتے ہیں، تو خواب سچا ہوتا ہے، اس لیے کہ اس میں آدمی کی طبیعت معتدل ہوتی ہے۔

۲۔ جب قیامت قریب آئے گی۔ تو مسلمان کا خواب سچا ہوا کرے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے کہ اگر پہلے قول کو تسلیم کرلیا جائے۔ تو پھر موسم بہار میں جب مسلمان کی طبیعت معتدل ہوتی ہے، تو کافر کی طبیعت بھی معتدل ہوتی ہے، جبکہ حدیث میں مسلمان اور مومن کا لفظ آیا ہے، لہٰذا یہ ٹھیک نہیں ہے۔

اور انہوں نے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی بیان کیے ہیں جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

- جب علماء کے فوت ہونے سے دین کا علم جاتا رہے گا، اور پیغمبر کا آنا بھی ناممکن ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سچے خوابوں کے ذریعے ان کا علم تازہ کرے گا۔
- جب ایمان دار کم ہو جائیں گے کفر، جہل اور فسق لوگوں میں غالب ہو جائے گا، تو مومنوں کی تسلی اور عزت افزائی کے لیے سچے خوابوں کے ذریعے ان کی مدد کی جائے گی۔
- یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے خاص ہے۔
- بعض نے کہا زمانے کے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ وقت جلدی جلدی گزرے گا، یہاں تک کہ سال مہینے کے برابر ہوگا اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔
- ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مہدی کا زمانہ ہے۔ جس میں عدل وانصاف اور رزق کی فراوانی ہوگی۔

(فتح البارى : ۸/ ۱۸۲)

۲۔ نیکیوں میں رغبت:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرؤيا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة واربعين جزء من النبوة .))

(صحيح بخارى، رقم الحديث : ۶۹۸۳)

''کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں امام مہلب کا قول نقل کیا ہے کہ نیک لوگوں کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں اگرچہ بعض اوقات ان کے خواب بھی پراگندہ خیالات کا مجموعہ ہو سکتے ہیں اور یہ

اس وجہ سے کہ ان پر شیطان کا غلبہ دوسروں کی نسبت کم ہوتا ہے۔
(فتح الباری : ۸/ ۱٤۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اچھے خواب دیکھے اور اس کے خواب سچے ہوں۔ تو اسے چاہیے کہ ایمان و عمل خالص کرے نیکیوں کا خوب اہتمام کرے اور برائیوں سے اجتناب کرے۔

۳۔ رزق حلال:

اگر انسان رزق حلال کمانے اور اس کے لیے جائز ذرائع اختیار کرنے کی کوشش کرے تو جہاں اس کی زندگی پر سکون اور روزی بابرکت ہوتی ہے، وہاں اسے عموماً سچے خواب نظر آتے ہیں۔ جو شخص رزق حلال کھاتا ہے اس کے اکثر خواب سچے اور پسندیدہ ہوتے ہیں۔ (تعبیر الرؤیا، ص : ٤٢)

رؤیا صالحہ کے آداب:

اچھا خواب مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور خوشخبری کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اس لیے جب کوئی اچھا خواب دیکھے، تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اور اس کے آداب کے پیش نظر شریعت کی ہدایت پر عمل کرے۔ تا کہ اس کے بہتر ثمرات سے مستفید ہو سکے۔

چنانچہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:

((إذا رأى أحدكم رؤيا يحبها فإنما هي من الله فليحمد الله عليها وليحدث بها.))

(صحيح بخاری، رقم الحديث : ٦٩٨٥)

''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو، تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس پر اللہ کی حمد کرے اور اس کو بیان کر دے۔''

اور اسی طرح سیّدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لقد كنت أرى الرؤيا فتمرضني، حتى سمعت أبا قتادة يقول: وأنا كنت لأرى الرؤيا تمرضني حتى سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: الرؤيا الحسنة من الله فإذا رأى احدكم ما يحب فلا يحدث به إلا من يحب وإذا رأى ما يكره فليتعوذ بالله من شرها ومن شر الشيطان وليتفل ثلاثا ولا يحدث بها احدا فإنها لن تضره.)) (صحيح بخاری، رقم الحديث : ٧٠٤٤)

''میں (برے) خواب دیکھتا تھا اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جاتا تھا، آخر میں نے سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی (برے) خواب دیکھ کر بیمار ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پس جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے۔ جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جب برا خواب دیکھے۔ تو اس (خواب) کے شر اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین مرتبہ تھوکے اور اس کا کسی سے ذکر نہ کرے تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

اور صحیح مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فإن رأى رؤيا حسنة فليبشر ولا يخبر إلا من يحب.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ٥٩٠٢)

''اگر اچھا خواب دیکھے تو خوش ہو جائے، اور اس (خواب) کو بیان نہ کرے مگر اس کو جو اسے عزیز ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فإذا رأى أحدكم رؤيا تعجبه فليقص ان شاء.)) (سنن ابن ماجه، رقم الحديث : ٣٩٠٦)

''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے، جو اسے اچھا لگے تو اگر وہ چاہے تو اسے (کسی کے سامنے) بیان کر دے۔''

اور مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من رأى رؤيا تعجبه فليحدث بها فإنها بشرى من الله عزوجل .))

(مسند احمد، ۳۷/ ۳۱۵ : ۲۲۶۳۵)

''جب کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے بیان کر دے اس لیے کہ وہ اللہ کی طرف سے خوشخبری ہے۔''

سیّدنا ابو رزین (لقيط بن صبرة عقیلی) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ولا تقصها إلا على واد او ذی رأی .))

(سنن أبي داود: ۵۰۲۰)

''اسے (خواب کو) اپنے کسی محبت کرنے والے (مخلص) یا صاحب علم کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو۔''

جامع ترمذی میں ہے:

((ولا تحدث بها إلا لبيبا أو حبيبا .))

(جامع ترمذی، رقم الحدیث : ۲۲۷۸)

''عقل مند یا دوست کے علاوہ کسی دوسرے سے خواب بیان نہ کرو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا تقص الرؤيا إلا على عالم او ناصح .))

(جامع ترمذی، رقم الحدیث : ۲۲۸۰)

''کسی عالم اور خیر خواہ کے علاوہ کسی دوسرے سے خواب بیان نہ کرو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا ہے کہ خواب صرف اپنے کسی عزیز، دوست، خیر خواہ یا عالم سے بیان کرے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ دوست یا خیر خواہ اگر مناسب سمجھے گا، تو اس کی تاویل بیان کر دے گا ورنہ خاموش رہے گا، اور اسی طرح عالم بھی خواب کی بہتر تعبیر بیان کرے گا۔ (فتح الباری : ۸/ ۱۵۴)

جبکہ اگر نیک خواب اپنے دشمن سے بیان کرے گا، تو وہ بغض اور حسد کی بنا پر غلط تعبیر کرے گا، بعض اوقات اس غلط تعبیر کے مطابق خواب واقع ہو جاتا ہے، جو اس کے لیے پریشانی کا سبب بنتا ہے، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ خواب دشمن یا کسی جاہل سے بیان نہ کرے۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں اچھے خواب کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے۔

۲۔ خوشی کا اظہار کرے۔

۳۔ خواب اگر بیان کرنا چاہتا ہے تو کسی عالم، خیر خواہ، عقلمند یا دوست سے بیان کرے۔

خواب کی دوسری قسم: برے خواب:

بندہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب نہیں کرتا، تو پھر شیطان اس پر غلبہ اور تسلط جما لیتا ہے، حتیٰ کہ نیند کی حالت میں بھی اس کو ڈراتا ہے، اسی لیے برے خواب کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

سیّدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرؤيا من الله والحلم من الشيطان .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث : ۶۹۸۴)

''(اچھا) خواب اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

((الرؤيا الصالحة من الله والحلم من الشيطان .)) (صحیح بخاری، رقم الحدیث : ۶۹۸۶)

''اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''

برے خواب کے لیے ایک لفظ ''حُلُم'' بھی حدیث میں استعمال ہوا ہے۔ جس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے اسی طرح رؤیا کو

''رؤیا صالحہ'' اور حلم کو ''رؤیا السوء'' بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الرؤيا الصالحة من الله والرؤيا السوء من الشيطان .)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٩٠٢)

''اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔''

فتح الباری میں ابن باقلانی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اچھے خواب کی نسبت اللہ کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے خواب دکھاتے ہیں، اور برا خواب شیطان کی حاضری سے ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ برے خواب کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ وہی اس خیال کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے۔(فتح الباری : ١٥٤/٨)

برے خواب کی وجوہات:

برے خواب کی چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ جھوٹ بولنا:

وہ شخص جو ہمیشہ اپنی گفتگو میں جھوٹ بولتا ہے، اور غلیظ زبان استعمال کرتا ہے، اس کو برے اور شیطانی خوابوں سے واسطہ رہتا ہے، نیند میں ڈرنا اور خوفزدہ ہونا اس کا معمول بن جاتا ہے۔

نبی کریم رحمہ اللہ نے فرمایا:

((أصدقكم رؤيا أصدقكم حديثا .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٩٠٥)

''تم میں سے سب سے زیادہ سچا خواب اس کا ہوگا، جو باتوں میں سب سے زیادہ سچا ہوگا۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سچ بولنے والے کا خواب سچا ہوگا، اور جھوٹ بولنے والے کو برے اور ڈراؤنے خوابوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

٢۔ حرام کمائی:

دن رات حرام مال کے لیے تگ ودو کرنے والا اور حلال وحرام میں فرق کیے بغیر روزی کمانے والا انسان بھی شیطان کے حملوں کا شکار رہتا ہے، شیطان اس کی نیند میں وسوسے پیدا کر کے اس کو ڈراتا اور پریشان کرتا ہے، اس طرح حرام کمائی بھی برے خوابوں کا سبب بنتی ہے۔(تعبير الرؤيا، ص : ٤٢)

٣۔ گناہوں کا ارتکاب:

جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں میں شب وروز بسر کرتا ہے اور گناہوں سے اجتناب نہیں کرتا، تو برے خواب اور شیطانی وسوسے اس کا معمول بن جاتے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی ناپسندیدہ خوابوں سے بچنا چاہتا ہے۔ اس کو اپنی اخلاقی حالت کا جائزہ لینا چاہیے اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے نیکیوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔(تعبير الرؤيا، ص : ٤٢)

برے خواب کے آداب:

شیطان انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، جس طرح بیداری میں انسان کو ورغلانے اور گناہوں کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح نیند کی حالت میں برے خواب دکھا کر پریشان کرتا ہے، ایسے حالات میں شرعی ہدایات پر عمل کرنے سے برے خوابوں کے اثرات سے بچا جا سکتا ہے۔

سیّدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((الرؤيا من الله والحلم من الشيطان فإذا حلم أحدكم الحلم يكرهه فليبصق عن يساره وليستعذ بالله منه فلن يضره .))

(صحيح بخاری، رقم الحديث: ٧٠٠٥)

''(اچھے) خواب اللہ کی طرف سے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، جب تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے، جو اسے ناگوار ہو، تو اسے چاہیے کہ تین بار بائیں طرف تھوک دے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگے، وہ اسے

ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''
صحیح مسلم میں ہے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((الرؤيا من الله والحلم من الشيطان فإذا رأى أحدكم شيئا يكرهه فلينفث عن يساره ثلاث مرات، وليعوذ بالله من شرها، فإنها لن تضره.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٩٠٠)

''(اچھے) خواب اللہ کی طرف سے اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں طرف تین دفعہ تھوکے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، وہ اسے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

موطأ امام مالک میں ہے:

((فإذا رأى أحدكم الشيء يكرهه فلينفث عن يساره ثلاث مرات اذا استيقظ ويتعوذ من شرها فإنها لن تضره ان شاء الله.)) (موطأ إمام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في الرؤياء)

''جب تم میں سے کوئی شخص (خواب میں) ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو جب بیدار ہو تو بائیں طرف تین دفعہ تھوک دے اور اس کے شر سے پناہ مانگے۔ ان شاء اللہ یہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

حدیث بیان کرنے کے بعد ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

((إن كنت لارى الرؤيا هى أثقل علي من الجبل فلما سمعت هذا الحديث فما كنت لاباليها.)) (موطأ إمام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في الرؤيا)

''میں ایسے خواب دیکھا کرتا تھا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوتے تھے پھر جب میں نے یہ حدیث سنی تو مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں رہی۔''

صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((إذا رأى أحدكم الرؤيا يحبها فإنها من الله فليحمد الله عليها وليحدث بها وإذا رأى غير ذلك مما يكره فإنما هى من الشيطان فليستعذ من شرها ولا يذكرها لأحد فإنها لن تضره.))

(صحيح بخارى، رقم الحديث: ٧٠٤٥)

''جب تم میں سے کوئی (ایسا) خواب دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس پر اسے اللہ کی تعریف کرنی چاہیے اور اسے بیان بھی کرنا چاہیے اور جب کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اور اسے اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے وہ اسے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا رأى أحدكم الرؤيا يكرهها فليبصق عن يساره ثلاثا وليستعذ بالله من الشيطان ثلاثا وليتحول عن جنبه الذى كان عليه.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٥٩٠٤)

''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو برا سمجھے تو اپنی بائیں طرف تین بار تھوک دے اور تین دفعہ اللہ کی پناہ مانگے شیطان سے۔ اور جس پہلو پر لیٹا ہوا ہو اسے بدل دے (دوسرے پہلو پر لیٹ کر سو جائے)۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فمن رأى شيئا يكرهه فلا يقصه على احد

ولیقم فلیصل .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث : ۷۰۱۷)

''جب کوئی شخص ایسی چیز (خواب میں) دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے چاہیے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔''

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میں نیند میں ڈرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ یہ (دعا) پڑھ لیا کر:

((اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وأن يحضرون .)) (موطأ إمام مالك، كتاب الجامع، باب مايؤمر به من التعوّذ عند النوم)

''میں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں اس کی ناراضگی، اس کی سزا، اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسولہ ڈالنے (گناہوں پر ابھارنے اور اکسانے) سے اور اس بات سے کہ وہ (شیطان) میرے پاس آئیں (اور مجھے بہکائیں)۔''

اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے (یہ دعا) پڑھنی چاہیے:

((أعوذ بما عاذت به ملائكة الله ورسله من شر رؤياي التى رأيت الليلة أن تضرنى فى دينى او دنياى يا رحمن .))

(مصنف عبدالرزاق : ۲۱۶/۱۱)

''جس کے ساتھ اللہ کے فرشتے اور اس کے رسول پناہ مانگتے ہیں۔ اے رحمٰن! میں بھی اس کے ساتھ ان (برے) خوابوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، جو میں نے رات کو دیکھے یہ کہ وہ میرے دینی یا دنیوی (معاملات) میں مجھے نقصان پہنچائیں۔''

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں برے اور ناپسندیدہ خواب کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرنے کے لیے ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھے۔

۲۔ حدیث میں مذکور دعا پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۳۔ تین دفعہ بائیں طرف تھوک دے۔

۴۔ اپنا پہلو فوراً بدل لے۔

۵۔ یہ خواب کسی کو بیان نہ کرے۔

۶۔ دو رکعت نماز ادا کرے۔

خواب کی تیسری قسم: اضغاث واحلام:

اضغاث و احلام سے مراد وہ خیالات ہیں جن کے متعلق انسان دن کے وقت سوچتا ہے لیکن کسی وجہ سے کر نہیں سکتا۔ نیند میں اس قسم کے خیالات خوابوں کی صورت میں سامنے آجاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی خوراک، معمولات اور طبعی حالات بھی خواب پر اثر انداز ہوتے ہیں، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اضغاث و احلام مختلف اسباب سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک قسم ان خوابوں کی ہے جن میں ایک گمراہ آدمی یا کمزور عقائد کے آدمی کو شیطان آ کر کسی باطل کے حق ہونے یا کسی حق کے باطل ہونے کا یقین دلاتا ہے اور اسے کچھ ایسی شکلیں دکھاتا ہے اور ایسی باتیں سناتا ہے جو اس کو گمراہ کرنے کی موجب ہوتی ہیں، ایک اور قسم ان خوابوں کی ہوتی ہے جو کسی بیماری کے اثر سے آدمی دیکھتا ہے، ان مختلف قسم کے خوابوں کو اگر جمع کیا جائے تو ان سب کی توجیہہ فرائڈ کے نظریات کے تحت نہیں کی جاسکتی اور نہ ان سے نتائج اخذ کرنے یا ان کے معنی متعین کرنے کے لیے موجودہ نفسیات کے طریقے (Techniques) کافی ہیں۔''

(تفہیم الحدیث : ۲۰/۲)

سیرت وسوانح

قسط نمبر ۵ آخری

مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ

علم وعرفان اور حق وصداقت کا استعارہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

تصنیفی خدمات:

مولانا سلطان ملتانی رحمہ اللہ کا اصل میدان تو دعوت وارشاد، وعظ ونصیحت، تبلیغ وتربیت اور تعلیم وتدریس تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف ایک نہایت خوش نویس قلم کار بھی تھے۔ تدریس قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ مولانا محمود رحمہ اللہ فتویٰ نویسی کا منصب جلیل بھی سنبھالے ہوئے تھے۔ مختلف مسالک ومذاہب کے لوگ فتویٰ کے حصول کے لیے مولانا موصوف کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مولانا ممدوح مدلل محقق انداز میں فتویٰ لکھ کر حاضر خدمت کرتے تھے۔ اگر ان فتاویٰ جات کو محفوظ کرلیا جاتا تو یہ ان کی بہترین کاوش قرار پاتی لیکن وہی ہوتا ہے جو مالک ارض وسماء چاہتا ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ [الدھر: ۳۰]

مولانا محمود رحمہ اللہ الودود کی جن کتب کا سراغ ملا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ تفسیر قرآنِ حکیم بزبانِ فارسی:

مولانا ممدوح کا ہر جمعۃ المبارک کو خطبہ جمعہ کے علاوہ یہ معمول ہوتا کہ آپ باقاعدگی سے نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ عصر تک درس قرآن مجید ارشاد فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ کی عادت حسنہ یہ بھی تھی کہ جتنا حصہ درس کا بیان ہوتا اسے آپ ضبط تحریر کرلیا کرتے تھے۔

آپ کی وفات تک یہ سلسلۂ دروس جاری رہا۔ آپ کے ارتحال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی کے اس سلسلہ علمیہ کو جاری رکھا۔ مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہمارے استاذِ محترم مولانا شمس الحق ملتانی نے تفسیر قرآن کے اس سلسلہ کی تکمیل فرمائی۔ یوں تین جلیل القدر علمائے کرام کی جہد مسلسل اور سعی پیہم سے ایک ضخیم تفسیر قرآن بزبانِ فارسی تیار ہوگئی۔ والحمد لله على ذلك

۲۰۰۹ء کو راقم ناچیز ملتان کے ایک صاحب قلم اور کتاب دوست مولانا یٰسین شاد کے ہمراہ ''محلّہ قالین بافان'' میں واقع مولانا شمس الحق ملتانی رحمہ اللہ کے دولت کدہ پر پہنچا۔ مولانا سلطان محمود ملتانی کے پڑپوتے اور مولانا شمس الحق ملتانی کے فرزند مولانا ابراہیم خان نے ہمارا استقبال کیا۔ بعد ازاں خان صاحب نے اس کمرہ کی زیارت کرائی، جہاں مولانا سلطان محمود ملتانی اور ان کے لائق قائم فرزند مولانا عبدالحق ملتانی مجلس علم قائم کیا کرتے تھے۔ کمرہ کی حالت دگر گوں تھی۔ ہر طرف چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ دو تین کتب کی الماریاں بزبانِ حال خستہ حالی کا رونا رو رہی تھیں۔ راقم نے خان صاحب کی اجازت سے الماریاں کھولیں جن میں مختلف علوم وفنون کی کتب قدیم دیکھنے کو ملیں۔ الماریوں میں بعض قلمی مخطوطات بھی نظر سے گزرے۔ راقم کی نگاہ جب تفسیر قرآن کے قلمی نسخہ پر پڑی تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ایک ضخیم فارسی زبان کی تفسیر قرآن کا مجموعہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ جس کا ہر صفحہ انتہائی خوبصورتی اور باریک الفاظ میں خوش خط تحریر تھا۔ یہ تفسیری کاوش دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور دلی صدمہ بھی، خوشی اس بات کی کہ تین اجل علماء کی عظیم علمی کاوش کا ثمرہ آنکھوں کو خیرہ کررہا تھا۔ دکھ اور صدمہ اس بات کا ہوا کہ یہ نہایت عمدہ کاوش ضائع ہو رہی ہے۔ بقول محترم ابراہیم خان اس کا کچھ حصہ مولانا ادریس زبیر اسلام آباد لے گئے ہیں اور کچھ حصہ ہمارے پاس ہے۔

یہ معلومات کا خزینہ آج عدمِ توجہ کا شکار ہے۔ دل میں بہت آرزو وتمنا ہے کہ مولانا موصوف کے اخلاف میں کوئی رجل رشید اس طرف توجہ کرے اور اسے خوبصورت انداز میں کمپوز کروا کر منظر عام پر لائے لیکن ہنوز اس طرف کوئی بھی التفات نہیں کر رہا۔ مجھے لگا ہے یہ تفسیر کاوش بھی کرم زدہ ہو کر اسی طرح ضائع ہو جائے گی جس طرح مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ کا ترجمۂ قرآن وحواشی بزبان سرائیکی ضائع ہو گئے۔

۲۔ رسالہ در ردّ وحدت الوجود:

عقیدۂ وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ خالق ومخلوق دو الگ وجود نہیں رکھتے بلکہ دونوں کا ایک ہی وجود ہے، اس نظریہ کو ''وحدت الوجود'' کہا جاتا ہے۔ یہ صوفیاء کی توحید ہے۔ صوفیاء کے نزدیک تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی عین ہے۔ جیسے درخت تخم کا عین ہوتا ہے۔ تخم خود چھپ جاتا ہے اور خود درخت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے ظاہر کی مختلف شکلیں اور مختلف نام ہوتے ہیں۔ مثلاً جڑ، ٹہنیاں، پتے اور پھل وغیرہ۔ مگر اس کی اصل وہی تخم ہے۔

صوفیاء کہتے ہیں: رب تخم کی طرح خود چھپ گیا ہے اور کائنات کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اس طرح جو ظاہر ہوا ہے وہ باطن کا غیر نہیں دونوں ایک ہیں۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات الفاسدۃ۔ کس قدر غلط اور غلیظ عقیدہ ہے جو قرآن وسنت کی واضح تعلیمات کے منافی ہے۔ اس بدعقیدہ کے حاملین آج بھی موجود ہیں اور اس نظریہ وعقیدہ کی لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں۔

انھی الحاد پرست صوفیاء میں ایک نام خواجہ خدا بخش ملتانی ثم خیر پوری کا بھی آتا ہے۔ خواجہ مذکور نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کی توسیع ونشر واشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ خواجہ خدا بخش ملتانی حافظ محمد جمال ملتانی کے مرید خاص اور خلیفہ مجاز گردانے جاتے تھے۔ اس شخص نے وحدت الوجود ایسے گندے عقیدے کو مروّج کرنے کی بہت کوشش کی حتی کہ اس نے اس باطل عقیدہ کے اثبات پر فارسی زبان میں ''توفیقیہ'' نامی رسالہ تحریر کیا جس میں خواجہ مذکور نے عقیدہ وحدت الوجود کا خوب پرچار کیا۔ یہ وہی خواجہ صاحب ہیں جو سکھوں کے ملتان پر حملوں کے ڈر سے ملتان چھوڑ کر خیر پور ضلع بہاول پور منتقل ہو گئے تھے اور وہیں محرم ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں فوت ہو گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں تذکرہ علمائے پنجاب (۱/۱۷۱-۱۷۳)

ہمارے ممدوح مولانا سلطان محمود افغانی رحمہ اللہ جب ملتان وارد ہوئے تو اس شہر صوفیاء میں اہل باطل واصحابِ زیغ کی تعداد بکثرت تھی۔ جہاں رافضیت عروج پر تھی تو وہاں صوفیت بھی اپنے پر پھیلائے ہوئے لوگوں کو گمراہ کر رہی تھی۔ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ شرک وبدعت کے قلع قمع کے لیے کمربستہ ہوئے اور توحید الٰہی کی نشر واشاعت کو اپنا فریضہ سمجھ کر میدانِ عمل میں کود پڑے۔ مولانا موصوف کے سامنے جب شرکیہ عقائد اور بدعی خیالات پر مبنی رسالہ ''توفیقیہ'' آیا تو موحد بے باک نے اپنے زورِ قلم سے اس رسالہ باطلہ کا احسن انداز میں پوسٹ مارٹم کیا اور واضح کیا یہ عقیدہ سراسر قرآن وسنت کے مخالف ہے۔

۳۔ رسالہ ردّ تقلید:

تقلید کی لغوی تعریف کرتے ہوئے صاحب ''المنجد'' رقمطراز ہیں:

"قلده في كذا أي تبعه من غير تامل ولا نظر."

(المنجد، ص: ٦٤٩)

''قلدہ فی کذا کا معنی اس نے بغیر غور وخوض اس کی پیروی کی۔''

تقلید کی اصطلاحی تعریف صاحب ''مسلم الثبوت'' یوں کرتے ہیں:

"التقليد: العمل بقول الغير من غير حجة."

(مسلم الثبوت: ٢/ ٣٥٠)

''تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر حجت ودلیل کے کیا جائے۔''

اس مندرجہ بالا تعریف کے علاوہ علمائے اصول نے تقلید کی اور بھی تعریفات کی ہیں جن کا لب لباب یہی ہے کہ بغیر کسی دلیل وبرہان کے کسی بزرگ یا امام کی بات کو قبول کر لیا جائے۔

شریعت محمدیہ میں ہمیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآنِ مقدس اور احادیث مبارکہ میں دلائل قاہرہ وبراہین باہرہ سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت کی جائے۔ہمیں کسی بھی امام کی تقلید کا مکلّف نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ قرآن وسنت میں بے شمار ایسے دلائل قویہ موجود ہیں جو تقلید کے ابطال پر واضح طور پر دلالت کرتے ہیں۔

ہر دور میں علمائے اہل حدیث نے تقلید کی تردید کے لیے بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس اندھی تقلید کے خلاف ان علماء ذی وقار، حق وصداقت کی تلوار نے تقریر وتحریر کے ذریعے بہت کچھ بولا اور لکھا ہے جس سے تقلیدی ایوانوں میں غلغلہ بپا رہا۔ ان جلیل القدر علمائے اہل حدیث میں ہمارے ممدوح مولانا سلطان محمود ملتانی بھی ہیں جو حق وصداقت کی تلوار بن کر میدانِ عمل میں کود پڑے اور وعظ وتبلیغ اور تحریر وتصنیف کے ذریعہ تقلید کا بھرپور استیصال کیا۔ ملتان میں جہاں اہل رفض اور اربابِ بدعت کی کثرت تھی وہاں متعصب مقلدین بھی بے شمار تھے۔ مولانا ممدوح نے نہایت دانش مندی اور عقل وفراست سے ان تمام فرق باطلہ کا قرآن وسنت کے نصوص ظاہرہ، براہین باہرہ اور دلائل قویہ سے مقابلہ کیا۔ آپ نے تقریر وتدریس کے علاوہ تحریر کے ذریعہ بھی تقلید کا ردّ کیا۔

مولانا موصوف نے ردّ تقلید میں عمدہ اور مدلل رسالہ ضبط تحریر کیا۔ ان دونوں رسائل (رسالہ ردّ وحدۃ الوجود، وردّ تقلید) کی طباعت کے بارے ہمیں خاص معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ اگر کوئی اہل ذوق ان رسائل کا تتبع وتلاش کرنا چاہے تو مولانا شمس الحق ملتانی کی کتب کی الماریوں کی طرف مراجعت کرے۔ اُمید ہے کہ وہ ان رسائل کے علاوہ اور بھی علمی اشیاء حاصل کرے گا۔

ان رسائل وتفسیری خدمت کے علاوہ مولانا موصوف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بعض اہم مخطوطات علمیہ بھی ہیں جو ''مدرسہ دار الحدیث محمدیہ'' جلال پور پیر والا کی لائبریری کی زینت ہیں، استادِ محترم مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ کے بقول یہ مخطوطات بڑے خوبصورت انداز میں لکھے ہوئے ہیں کیونکہ مولانا محمود رحمہ اللہ انتہائی خوش نویس تھے۔

یہ تو تھیں مولانا ممدوح کی تصنیفی خدمات جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی گئیں اب آئندہ صفحات میں قارئین مولانا کے بارے اصحابِ قلم وقرطاس کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے، ان شاءاللہ

اصحابِ علم وارباب قلم کے تاثرات:

حق وصداقت کی تلوار، توحید وسنت کے علمبردار، تقویٰ شعار، صاف گفتار اور صاحب کردار مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ ومساعی حسنہ سے متاثر ہوکر بعض اصحابِ علم وارباب قلم نے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت کررہے ہیں۔

مولانا عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:

"الشيخ العالم الصالح سلطان محمود بن فريد الدين الملتاني أحد علماء المتورعين ...... واشتغل بالتدريس والتذكير مدة عمره بمدينة ملتان، وأوذي في ذات الله سبحانه غير مرة، وكان شيخا كبيرا قانعا عفيفا، متورعا يعمل ويعتقد في الحديث ولا يقلد أحدا من الأئمة، ذكر الناس ببلده ملتان أربعين سنة وكان لمنطقه حلاوة وعلى عبادته طراوة مات في بضع وعشرين وثلاث مائة وألف بملتان." (نزهة الخواطر: ۸/ ۱۶۲)

''شیخ عالم صالح سلطان محمود بن فریدالدین ملتانی، جن کا شمار پرہیزگار علمائے کرام میں ہوتا ہے...... انھوں نے بلدۂ ملتان میں اپنی عمر کا کافی حصہ درس وتدریس اور وعظ وتذکیر میں بسر کیا۔ انھیں کئی بار راہِ اللہ میں اذیت وتکلیف دی گئی۔ آپ عظیم عالم دین، قناعت پسند، پاک باز اور زہد وورع کے پیکر تھے۔ موصوف حدیث رسول پر بھی عمل واعتقاد رکھتے تھے۔ آپ کسی بھی امام کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ آپ نے سرزمین ملتان میں چالیس برس لوگوں کو وعظ ونصیحت فرمائی۔

آپ کی زبان میں مٹھاس اور عبادت میں تروتازگی تھی۔
موصوف تقریباً ۱۳۲۷ھ کو بلدۂ ملتان میں فوت ہوئے۔''
مولانا ابوالحسن ندوی مولانا محمود کے بارے یوں رطب اللسان ہیں:
''اما بعد! مولانا عبیداللہ صاحب ملتان کے ایک نامور مخلص علمی گھرانے کے فرد ہیں۔ اس گھرانے کا نسبی و علمی تعلق مولانا محمود المعروف سلطان محمود محدث (متوفی ۱۹۰۹ء) سے ہے جو اپنے زمانے کے ایک داعی توحید وسنت تھے، اور جنھوں نے حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصنیفات سے استفادہ کیا اور توحید خالص واتباع سنت کا سبق لیا اور پھر دوسروں کو یہ سبق دیا۔'' کتبہ ۳/ صفر ۱۳۷۶ھ۔
(مقدمہ فاروق العزیز، ص:۴)

مولانا عبیداللہ ملتانی داعی توحید وسنت کے بارے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:
''تیرھویں صدی ہجری کا آخری ربع تھا کہ حضرت مولانا محمود رحمہ اللہ المعروف مولانا سلطان محمود محدث دین کے لیے مہاجرت اختیار کر کے ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) سے ملتان پہنچے، اہل حق وثبات کے احوال ہمیشہ ایک سے رہے ہیں، اپنے خاندان کے حالات ورسومات دیکھتے اور بے قرار رہتے، ہر طرف دنیا سازی کا غلبہ تھا، گوشہ نشینی میں جب امن میسر نہ آیا تو ترکِ وطن اولیٰ سمجھا۔ سب کو چھوڑ کر پیادہ پا ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک میانہ قد سرخ رنگ اور وجیہ صورت جوان ملتان میں وارد ہوا، محض اجنبی کوئی رفیق ہے نہ مونس، غربت وپردیس کی مصیبتیں اٹھا کر یہاں پہنچا ہے، چارہ فرمائے غیبی کی کارسازیوں کا کیا کہنا۔
الٰہی سلسلوں کے کام کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوئے، وہ جنھوں نے نامانوس جگہوں کو اپنا مسکن بنایا تھا، وہ جنھوں نے ویرانوں کو اختیار کیا تھا، پہاڑوں کے کھوہ جن کا نشیمن بنے تھے، غیر آباد غار جن کی عبادت سے معمور ہوئے تھے، آخر وہیں سے علم وارشاد کے چشمے رواں ہوئے۔
رفتہ رفتہ آپ (مولانا محمود رحمہ اللہ) کی دعوت کے اثرات بڑھنے لگے۔ نماز جمعہ کے بعد عصر تک وعظ ہوتا، قرآن وحدیث کے مطالب بیان فرماتے جس کی اثر پذیری کا یہ عالم ہوتا جو ایک دفعہ آ جاتا شیفتہ ہو جاتا، لوگ دعائیں دیتے اور کہتے: اے توحید وسنت بیان کرنے والے عالم دین! اللہ تعالیٰ تیری عمر میں برکت دے۔
سارا وقت دین کے کاموں میں مصروف رہتے، قرآن وحدیث کا درس دیتے، فتوؤں کا جواب لکھتے، اہل حاجات آتے اور ان کا کام کر دیتے، طالب علموں کے خور ونوش کا بندوبست فرماتے، ہر مذہب کے لوگ فتویٰ حاصل کرنے کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ ان کے مذہب کے موافق فتوؤں کا جواب دیتے۔
ائمہ متقدمین اور کتب فقہیہ کے حافظ خیال کیے جاتے تھے۔ جب کوئی مختلف فیہ مسئلہ پیش کیا جاتا تو جزئیات فقہ کے تمام نکات سمجھاتے، بہت متواضع اور بلند اخلاق تھے، کسی سے غلطی ہو جاتی تو صرف یہ کہتے: ''اللہ تجھے ہدایت دے، یہ کیا کیا؟'' ایذاؤں کا دور گزر چکا تھا، یا یہ حالت تھی کہ کوئی بات سننا گوارا نہ کرتا تھا، یا آج سارا شہر مولانا محمود رحمہ اللہ کے احترام میں جھکا تھا، جدھر سے آپ کا گزر ہو جاتا غیر مسلم بھی تعظیماً کھڑے ہو جاتے، عمالِ حکومت آپ کے پاس چل کر آتے، آپ کی سفارش ردّ نہ کی جاتی، ہر ایک کی مدد فرماتے جو وقت فارغ ہوتا مطالعہ میں گزارتے، آپ کا حلقہ درس وارشاد اتنا وسیع ہوا کہ وسطی پنجاب کے اکثر اضلاع اور ان کی ملحق آبادیاں آپ کی دعوت سے گونج اٹھیں۔ قریباً نصف صدی قرآن وحدیث بیان کیا اور اسی پر خاتمہ ہوا۔ موصوف نے لوگوں کو پکارا تو عمل بالحدیث کی طرف پکارا اور ہزاروں خاندانوں کو عامل بالحدیث بنا گئے۔''
(فاروق العزیز، ص:۲۹ تا ۳۲)

عمر کمال خان اپنی کتاب ''فقہاء ملتان'' میں مولانا موصوف کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:
''آپ ملتان میں بانی مسلک اہل حدیث ہیں، آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد بزرگوار مولانا فریدالدین صاحب سے پڑھیں۔ بعد ازاں درس نظامی کی تکمیل مولانا قادر بخش صاحب (ساکن ڈیرہ اسماعیل خان) کی نگرانی میں کی۔ آپ نوجوانی سے ہی حضرت شاہ ولی

اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتابوں کے شائق، عقیدۂ اہل حدیث کے علمبردار اور اس مسلک کے اعلیٰ پایہ کے فقیہ، مبلغ اور عمدہ تنظیمی قابلیتوں کے مالک تھے۔

آپ ۱۸۵۷ء میں ڈیرہ اسماعیل خان سے ملتان تشریف لائے اور یہاں مکتب فکر اہل حدیث کا اجراء کیا۔ اس سے پہلے اس مسلک پر کاربند چند گھرانے ہر دور میں ہوتے تھے، اب مولانا سلطان محمود صاحب نے ان سب کو ایک تنظیمی ڈھانچہ میں پیوست کر کے تبلیغ مسلک اہل حدیث کا آغاز کیا، انھوں نے گلی گلی اور کوچہ کوچہ جا کر شرک وبدعت کے خلاف تقاریر کیں اور لوگوں کو وحدانیت کا راستہ دکھایا۔

آپ بڑے اچھے واعظ اور مبلغ تھے اور تمام علوم اسلامیہ پر کامل دست گاہ رکھتے تھے انھوں نے محلّہ قالین بافان اندرون شہر ملتان میں ایک مسجد اہل حدیث قائم کی اور ساتھ ہی مدرسہ اہل حدیث قائم کر کے مسلک اہل حدیث کے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ مولانا رحمہ اللہ کی تبلیغی اور تنظیمی قابلیت رنگ لائی اور ملتان شہر میں کافی لوگ مسلک اہل حدیث کے پیروکار ہوگئے۔ آپ نے پچاسی سال کی عمر میں ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔ آپ نے دو رسائل ایک وحدت الوجود کے ردّ میں اور دوسرا تقلید کے ردّ میں تصنیف کیے۔'' (فقہاء ملتان، ص:۵۲)

مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ نے مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کانفرنس (بمقام ملتان منعقدہ ۲، ۳، ۴/ اپریل ۱۹۵۴ء) کے موقع پر خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا جس میں انھوں نے ملتان میں اہل حدیث کی تاریخی حیثیت بیان کرتے ہوئے داعی توحید وسنت مولانا سلطان محمود محدث ملتانی رحمہ اللہ کو ان الفاظ میں یاد فرمایا:

''حضرت شاہ اسماعیل دہلوی کے تربیت یافتہ مجاہدین جب دریائے سندھ کے آس پاس کے علاقوں سے گزرے اور انھوں نے ان لوگوں کو جو بزرگانِ اسلام اور اپنے اسلاف کرام کے مزارات کو اپنے لیے ذریعہ آمدنی بنا کر سجادہ نشینی اختیار کیے بیٹھے تھے۔ دعوتِ جہاد دی اور مجاہدین اسلام کی امداد کے لیے ابھارا تو اس علاقہ میں ان مجاہدین کی ہم رکابی کا شرف ڈیرہ اسماعیل خان کے مشہور عالم شیخ فرید الدین کے فرزند گرامی مولانا سلطان محمود کو حاصل رہا۔ ان مجاہدین کی تبلیغ کا اثر تھا کہ جذبہ اشاعت توحید وسنت سے سرشار ہو کر اس صالح اور فاضل نوجوان نے توحید الٰہی کی تبلیغ کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا۔ راہِ حق کی وہ کون سی صعوبت تھی جو آپ کو اٹھانا نہ پڑی اور جادۂ حق کی وہ کون سی مخالفت تھی جو اس کے مقابلہ میں نہ کی گئی۔ ان کی زندگی میں تبلیغ حق کے سلسلہ میں جو مصائب پیش آئے وہ اپنی جگہ ایک مفصل داستان ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں استقامت نصیب کی اور مخالفت کے طوفان آہستہ آہستہ تھم گئے۔ توحید کی صدا سے اب کان آشنا ہونے لگے اور حق کی آواز اپنا کام کر گئی۔ صحیح اسلام اور خالص توحید کو ماننے والوں کی ایک جمعیت قائم ہوگئی۔'' (بحوالہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور، ۱۹/ اپریل ۱۹۵۴ء، جلد ۵، شمارہ ۳۶)

محترم جناب ڈاکٹر سفیر اختر راہی مولانا ممدوح کے بارے یوں لکھتے ہیں:

''مولانا سلطان محمود ملتانی تیرھویں صدی ہجری کے آخری ربع میں ڈیرہ اسماعیل خان سے ملتان آئے اور ''پیپل والی مسجد'' کو وعظ وتبلیغ کا مرکز بنایا۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) کی کتابوں کے رسیا تھے اور توحید وسنت کے احیاء کا جذبہ رکھتے تھے۔

بدعات ومحدثات کے خلاف آواز بلند کرنے پر لوگوں نے ایذائیں دیں مگر ان کے پائے ثبات میں لغزش تک نہ آئی۔ وسطی پنجاب اور گردنواح کی آبادیاں ان کی دعوت وتبلیغ سے گونج اٹھیں۔ تقریباً نصف صدی قرآن وسنت کی تدریس وتبلیغ کی۔ موصوف بلند اخلاق، متواضع، صابر وشاکر اور قناعت پسند عالم دین تھے۔ مسلک اہل حدیث پر عامل تھے اور کسی امام کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں بمرض طاعون ۱۹۰۹ء بمطابق ۱۳۲۷ھ میں فوت ہوئے۔'' (تذکرہ علمائے پنجاب: ۱/۲۰۸)

مولانا محمد رفیق اثری مولانا سلطان محمود ملتانی کے بارے یوں قلم رواں کرتے ہیں:

''مولانا سلطان محمود ولد مولانا فرید الدین ڈیرہ غازی خان کے قدیم علمی خانوادے کے فرزند تھے۔ تعلیم اپنے والد گرامی مولانا فرید الدین سے حاصل کی تھی اور مزید تکمیل مولانا قادر بخش ساکن ڈیرہ اسماعیل خان کی خدمت میں حاضر ہو کر کی۔ وہ مسلک عمل بالحدیث کے داعی اور مبلغ تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی اور جب ملتان میں آئے تو یہاں بھی ان کی تبلیغی مساعی میں مزید تیزی آ گئی۔ مولانا خطبہ جمعہ میں خالص کتاب وسنت کی تبلیغ فرماتے تھے اور جمعہ کے لیے پوری تیاری کر کے آتے تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد عصر تک درسِ قرآن دیتے اور جتنا حصہ درس کا بیان ہوتا اسے تحریر کر کے محفوظ کر لیتے تھے۔ یہ خاندان ڈیرہ اسماعیل خان کا معروف اور قدیم ترین علمی خاندان ہے۔ مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (والد مولوی فضل الرحمٰن) نے اسی خاندان سے علم حاصل کیا تھا۔''

(محدث جلال پوری، ص: ۲۹۷، ۲۹۸)

مولانا سلطان محمود ملتانی کے ہم عصر علمائے کرام:

مولانا سلطان محمود ملتانی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ کے دور (۱۸۲۴ء سے ۱۹۰۹ء) میں برصغیر میں عظیم شخصیات موجود تھیں۔ یوں تو مولانا محمود ملتانی رحمہ اللہ کے معاصرین کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن ہم یہاں اس دور کے صرف چند اہم معاصرین کے ذکر پر اکتفا کریں گے تا کہ معلوم ہو جائے مولانا سلطان محمود ملتانی کے معاصرین میں کن کن نابغۂ عصر شخصیات کا نام آتا ہے۔

مولانا موصوف کے معاصرین میں مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا سیّد نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا حافظ محمد رمضان پشاوری، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا غلام نبی سوہدروی، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا محمد سعید بنارسی، مولانا محمد جعفر تھانیسری، مولانا عبدالاول غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا سیّد احمد حسن دہلوی، مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، مولانا سلطان محمود بیلوی، مولانا قمر الدین اویسی، مولانا عبدالاحد ہاشمی ریاسی، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی، مولانا مفتی جندوڈا جلال پوری اور مولانا خلیل الرحمٰن فیروز پوری وغیرہم کے نام نمایاں ہیں۔

مولانا سلطان محمود ملتانی کا سفر آخرت:

۱۹۰۹ء طاعوت اموات کا سال ملتان کی تاریخ میں ایک اہم تاریخی سال تھا۔ اس سال لوگ طاعون کے خوف سے شہر چھوڑ کر دور دراز علاقوں کی طرف رخت سفر باندھ رہے تھے۔ شہر کے بازار، چوک، گلیاں اور محلے جہاں لوگوں کی گہما گہمی ہوا کرتی تھی اب ویرانی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

ہزاروں لوگوں سے بھرا ہوا شہر اپنے مکینوں سے خالی نظر آ رہا تھا۔ خال خال لوگ نظروں کے سامنے تھے لیکن عامل بالحدیث داعی راہ حق وصداقت مولانا سلطان محمود ملتانی کا حال سنیے کہ موصوف نے اپنے اہل خانہ کو نہ شہر سے باہر بھیجا اور نہ خود شہر چھوڑ کر گئے کیونکہ ان کے سامنے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ گرامی تھا:

"إذا سمعتم بالطاعون في أرض فلا تدخلوها، وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا منها."

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥٧٢٨)

''جب تم کسی زمین میں طاعون کی بیماری کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر یہ بیماری ایسی زمین میں برپا ہو جائے جہاں تم پہلے سے موجود ہو تو اس سے مت نکلو۔''

مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اپنا وطن نہیں چھوڑا، خندہ پیشانی سے اس وبائی مرض کا سامنا کیا اور اس بیماری میں ہی شہادت کے رتبہ عظمیٰ پر فائز ہو گئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"الطاعون شهادة لكل مسلم."

(بخاري، رقم الحديث: ٥٧٣٢)

''طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔''

یہ داعی حق وصداقت اس دنیا فانی سے شہادت کا رتبہ پا کر رخصت ہوگئے اور بعد میں آنے والوں کے لیے ایک پیغام حق چھوڑ گئے کہ ہر داعی کو عزم واستقلال اور ہمت وثابت قدمی کے ساتھ توحید وسنت کی نشر واشاعت کرنی چاہیے اور آخری سانس تک کتاب وسنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیے۔

اس ترجمان القرآن والسنہ کا نمازِ جنازہ قابل دید تھا۔ وہی شہر جو لوگوں سے خالی ہو چکا تھا جس کے در و دیوار سنسنان و ویران تھے اب اس صاحب علم وعمل کے جنازہ پر ساری خلق اللہ امڈ آئی۔ اس داعی حق کی خبر وفات سن کر اہل اسلام کی ایک کثیر تعداد جوق در جوق جائے جنازہ کی طرف آنے لگ گئی جس میں اصحاب درس وتدریس وارباب وعظ وارشاد بھی موجود تھے اور عوام الناس کا جم غفیر بھی موجزن تھا۔

اس جنازہ میں اپنے بھی تھے اور بیگانے بھی تھے، دوست بھی تھے اور دشمن بھی تھے۔ بلدۂ ملتان کے گلی کوچے زبان حال سے صدا لگا رہے تھے:

"هكذا يكون جنائز أهل الحق والصدق."

مولانا محمود رحمہ اللہ کے مصاحب خاص حاجی محمد حسن خیاط جو اس جنازہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں:

''میں سیتل ماڑی نامی جگہ سے گزر رہا تھا کہ آواز آئی، اے حاجی محمد حسن کہاں جا رہے ہو؟ مولانا محمود تو انتقال فرما گئے؟ میں نے ہر طرف دیکھا مجھے کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ پھر ندا آئی اے محمد حسن! مولانا محمود رحمہ اللہ انتقال فرما گئے ہیں۔ میں سیدھا شہر پہنچا تو دیکھا کہ مولانا موصوف کا جنازہ تیار رکھا ہے۔ جنازہ اٹھا تو چند آدمی ساتھ تھے۔ جوں ہی بڑے بازار میں پہنچے، حسین آگاہی سے مسجد ولی محمد تک آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے۔ ہم حیران تھے کہ شہر تو انسانوں سے خالی ہے یہ لوگ کہاں سے آگئے؟ حاجی محمد حسن کہتے ہیں: ''میں نے دل میں سوچا شاید میری طرح سب کو ندائے غیبی نے اکٹھا کر دیا ہے۔''

(فاروق العزیز، ص:۳۳)

مولانا محمود رحمہ اللہ ۱۹۰۹ء بمطابق ۱۳۲۷ھ میں پچاسی سال کی عمر پا کر اس عارضی دنیا سے رخصت ہوئے۔ آج مولانا محترم ہم میں نہیں لیکن ان کا لگایا ہوا پودا قد آور اور پھل دار ہو چکا اہل حق اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ نصف صدی تک مولانا ممدوح گلستانِ قرآن وحدیث کی آبیاری کرتے رہے۔ اس چمکتے دمکتے چمنستانِ توحید وسنت میں مولانا موصوف کا خون جگر شامل ہے جسے اہل زمانہ صدیوں یاد رکھیں گے۔

نہ بھلا سکیں گے اہل زمانہ صدیوں تک
میری وفا، میری فکر وفن کے قصے

مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ کے اخلاف میں دو صاحبزادے بڑے مولانا عبدالعزیز ملتانی اور چھوٹے مولانا ابومحمد عبدالحق محدث ملتانی اور ایک صاحبزادی ہیں۔ مولانا موصوف کی وفات کے بعد آپ کی جانشینی کا اصل حق مولانا عبدالحق محدث ملتانی نے ادا کیا جن کے احوالِ زیست آئندہ وقت میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

مولانا سلطان محمود ملتانی کا خانوادہ آج بھی ان کے مشن کی آبیاری کر رہا ہے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه.

آمین یا ربّ العالمین

سیرت وسوانح

محمد اسحاق بھٹی

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر

(ولادت: یکم فروری ۱۹۵۳ء۔ وفات: ۱۷/ مارچ ۲۰۱۲ء)

تقسیم ملک سے قبل ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کا خاندان مشرقی پنجاب کے ضلع فیروپور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں ''امین والا'' میں آباد تھا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں یہ خاندان وہاں سے نکل کر بہاول پور آیا، جہاں عبدالرشید کے ننھیال سکونت پذیر تھے۔ وہیں یکم فروری ۱۹۵۳ء کو عبدالرشید کی ولادت ہوئی۔ اس سے کچھ عرصہ بعد یہ لوگ ضلع ساہی وال کی تحصیل چیچہ وطنی کے ایک گاؤں چک نمبر ۱۷۰۔ ۹ ایل آ گئے۔ یہاں انھیں اپنی موروثی زمین الاٹ ہوئی جو آٹھ ایکڑ تھی۔ حافظ عبدالرشید کے والد اپنے آبائی مسکن امین والا میں بھی اپنی زمین کے خود ہی کاشت کار تھے۔ یہاں آ کر بھی یہی کام کرنے لگے۔ وہ اپنے سب بہن بھائیوں سے بڑے تھے اور ابھی کم عمر تھے کہ والد وفات پا گئے اور بہن بھائیوں کی پرورش کی ذمہ داری ان پر آن پڑی، اس لیے وہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ ان کی مالی حالت ہندوستان میں بھی کم زور تھی، یہاں بھی یہی صورت حال رہی۔ یعنی غربت کا سایہ نہ ہندوستان میں ان سے الگ ہوا، نہ پاکستان میں ان کا پیچھا چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔

تعلیم سے اس خاندان کا کوئی فرد آشنا نہ تھا۔ پاکستان آنے کے بعد اس گھرانے کے جس فرد نے سب سے پہلے تعلیم حاصل کی وہ حافظ عبدالرشید کے بڑے بھائی حافظ عبدالستار تھے۔ ہندوستان میں ان کے گاؤں میں ایک عالم مولانا عبداللہ مقیم تھے جو دراصل موضع ''جھنڈے بگے'' کے رہنے والے تھے اور انھیں ''مولوی عبداللہ جھنڈے بگے والے'' کہا جاتا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد مولوی عبداللہ ضلع ملتان کے ایک قصبے ''عبدالحکیم'' میں آ کر آباد ہوئے۔ انھوں نے اس دور کے حالات کے مطابق وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کا علم عبدالرشید کے والد کو ہوا تو وہ اپنے بڑے بیٹے عبدالستار کو لے کر عبدالحکیم پہنچے۔ موضع عبدالحکیم ان کے گاؤں چک نمبر ۱۷۰۔ ۹ ایل سے ستر میل کی مسافت پر ہے۔ یہ طویل سفر انھوں نے پیدل طے کیا، اس لیے کہ اس زمانے میں بس کا کرایہ ادا کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔ وہ عبدالستار کو تحصیل علم کے لیے وہاں چھوڑ آئے، پھر جب اسے ملنے کے لیے جاتے، پیدل جاتے۔ اس تنگ دستی اور بے حد مشکل حالات میں انھوں نے اپنے بڑے بیٹے کو تعلیم دلائی۔

اب حافظ عبدالرشید اظہر کی طرف آیے۔ وہ عمر میں اپنے سب بہن بھائیوں سے چھوٹے تھے اور گھر کے تمام حالات سے آگاہ تھے۔ غربت کے جس ریلے نے ان کے خاندان کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا، وہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ یہ خود بھی تحصیل علم کے شائق تھے اور ان کے والد بھی بیٹے کو تعلیم دلانے کے لیے کوشاں تھے۔

ان کے گاؤں (موضع چک نمبر ۱۷۰۔ ۹ ایل) میں ایک شخص حافظ عبدالغنی فروکش تھے جو نابینا تھے اور بہت قوی حافظہ تھے۔ اس گاؤں کے بے شمار بچوں نے ان سے قرآن پڑھا اور حفظ کیا۔ حافظ عبدالرشید نے بھی انھی سے قرآن حفظ کیا۔ ان کے دو بھائیوں اور ایک بھانجے نے بھی ان کی شاگردی میں حفظ قرآن کی نعمت حاصل کی۔

گیارہ برس کی عمر میں عبدالرشید نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ اس اثنا میں انھوں نے خود ہی محنت کر کے کچھ اردو بھی پڑھ لی اور لکھنے بھی لگے۔ یعنی اردو لکھنے پڑھنے میں وہ خود ہی اپنے استاد ہیں۔ حفظ

قرآن کے بعد ان کے والد انھیں سرکاری سکول میں داخل کرانا چاہتے تھے۔لیکن پھر والد ہی نے مولانا علی محمد سعیدی کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ (خانیوال) میں داخل کرادیا۔

خانیوال کے مدرسہ سعیدیہ میں حافظ عبدالرشید اظہر نے مختلف اساتذہ سے چار سال تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے کسی اور دارالعلوم میں جانے کا فیصلہ کیا۔ پڑھنے میں چوں کہ تیز تھے اور ذہین بھی تھے، پھر گھر کے حالات بھی بہت حد تک بدل گئے تھے، اس لیے کچھ لوگوں نے ان کے بھائی کو مشورہ دیا کہ انھیں انگلستان بھیج دیا جائے۔لیکن یہ فیصل آباد جامعہ سلفیہ چلے گئے۔ یہ ۱۹۶۹ء کی بات ہے۔ اس سے پیشتر وہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن بھی گئے۔ بہرحال جامعہ سلفیہ گئے تو پہلے ہی دن نماز فجر کے بعد مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کا درس قرآن سن کر بے حد متاثر ہوئے اور فیصلہ کرلیا کہ وہ یہیں رہیں گے اور حافظ عبداللہ بڈھیمالوی سے کسب فیض کریں گے۔ حافظ صاحب ممدوح اس وقت جامعہ سلفیہ کے منصب شیخ الحدیث پر فائز تھے۔نہایت صالح عالم دین تھے اور درسیات پر عبور رکھتے تھے۔ ہرفن کی ہر کتاب بڑے شوق اور رغبت سے پڑھاتے تھے۔فن حدیث میں بالخصوص مہارت حاصل تھی۔

حافظ عبدالرشید اظہر چار سال جامعہ سلفیہ میں حصولِ علم میں مشغول رہے۔ وہاں انھوں نے حضرت حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور دیگر اساتذہ کرام سے خوب استفادہ کیا۔۱۹۷۲ء میں جامعہ سلفیہ سے سند فراغت لی۔

جامعہ سلفیہ سے سند فراغت کے بعد حافظ عبدالرشید اظہر سات برس مختلف مدارس دینیہ میں پڑھاتے رہے۔ کچھ عرصہ اپنی اوّلیں درس گاہ جامعہ سعیدیہ خانیوال میں بھی پڑھایا۔ آخر میں جامعہ سلفیہ میں ان کا سلسلۂ تدریس جاری ہوا۔ میاں فضل حق مرحوم اور لائق احترام حضرت حافظ ثناء اللہ خاں مدنی کے ایما پر انھوں نے جامعہ سلفیہ میں تصنیف وتالیف کا شعبہ قائم کیا۔ مدارس دینیہ میں تدریس کے زمانے میں انھوں نے دو تین درسی کتابوں کے سوا تمام کتابیں پڑھائیں اور بڑی محنت کے ساتھ پڑھائیں۔ جس طرح وہ محنتی طالب علم تھے، اسی طرح محنتی اور ذمہ دار مدرس ثابت ہوئے۔

گزشتہ سطور میں حافظ عبدالرشید اظہر کے گاؤں کے حافظ عبدالغنی کا ذکر کیا گیا ہے جو نابینا تھے اور جن سے حافظ عبدالرشید نے قرآنِ مجید حفظ کیا تھا۔ حافظ عبدالرشید جب رمضان المبارک کی تعطیلات میں اپنے گاؤں آتے تو حافظ عبدالغنی ان سے مشکوٰۃ شریف کا درس لیتے۔ حافظ عبدالرشید انھیں ایک حدیث دو یا تین دفعہ کتاب سے سناتے اور وہ حدیث انھیں حفظ ہوجاتی۔ اس طرح انھوں نے پوری مشکوٰۃ شریف یاد کرلی۔

رمضان میں ہر سال وہ حافظ عبدالرشید سے قرآنِ مجید کی تفسیر بھی سنا کرتے تھے۔ اس طرح انھیں تفسیر قرآن میں درک پیدا ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اندازہ کیجیے کہ غربت کے ماحول میں پیدا ہونے اور فقر کی فضا میں شعور کی منزل کو پہنچنے والے حافظ عبدالرشید کو اللہ تعالیٰ نے کن اوصاف سے نوازا اور کس قدر عزت وتوقیر کی نعمت بخشی۔ باپ کو تھوڑی سی مسافت کا سفر کرنے کے لیے کرایہ میسر نہ آتا تھا لیکن بیٹے کو وہ کچھ نصیب ہوا، جس کا اس گھرانے کے کسی فرد کو کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا۔

✍ مولانا علی محمد سعیدی سے ان کی کچھ قرابت داری بھی تھی۔ تقسیم ملک سے پہلے مولانا علی محمد نے اپنے گاؤں صدر والا (ضلع فیروزپور) میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا۔ وہ حضرت مولانا شرف الدین دہلوی کے شاگرد تھے۔ بڑے سرگرم عالم تھے۔ تصنیف وتالیف اور کتابوں کی نشر واشاعت سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ حافظ عبدالرشید اظہر کی شادی ان کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ میں نے ان کے حالات اپنی کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۹ تا ۳۶۶۔

۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰ء) میں انھیں مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کی دعوت آئی اور وہ وہاں پہنچ گئے۔ والد بچے کو اتنی دور بھیجنے پر آمادہ نہ تھے۔ بڑی مشکل سے ان کی طرف سے وہاں جانے کی اجازت ملی۔ مدینہ یونیورسٹی میں انھوں نے ۱۴۰۰ھ سے ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۳ء کے آخر) تک چار سال تعلیم حاصل کی۔ یہ ان کے لیے نہایت مسرت کا زمانہ تھا اور بہ درجہ غایت خوشی کا دور......! مدینہ منورہ کا قیام عظیم الشان نعمت ہے جو انھیں حاصل ہوئی۔ دیارِ حبیب ﷺ کی سکونت ہم عاجز بندوں کے نزدیک کسی بہت بڑے خوش بخت کے حصے میں آتی ہے۔ وہاں تعلیم بھی حاصل کرو، مسجد نبوی میں نمازیں بھی پڑھو، روضۂ رسول (ﷺ) پر درود بھی بھیجو۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو بارگاہِ خداوندی سے حافظ عبدالرشید اظہر کو حاصل ہوا۔ اس اثنا میں وہ ہر سال حج اور عمرے کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ مختلف سالوں میں وہ ماشاء اللہ اب تک سات حج کر چکے ہیں۔

مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران یہ وہاں پاکستان کے اہل حدیث طلبا کی جمعیت کے امیر رہے۔ یہ بھی ایک اعزاز ہے جو اپنے ملک کے طلبا کی طرف سے ان کے حصے میں آیا۔

جن اساتذہ سے انھوں نے یونیورسٹی میں حصولِ علم کیا اور ان کے علم وکمال اور طریق تدریس سے زیادہ متاثر ہوئے ان میں شیخ حماد بن محمد انصاری، شیخ عبدالمحسن بن محمد العباد، شیخ ابوبکر جابر الجزائری، شیخ عطیہ بن محمد السالم، شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد، شیخ عبدالرؤف اللبدی، ڈاکٹر محمد حمود الوائلی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ شیخ ناصر الدین البانی، شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ محمد امین شنقیطی ان کے یونیورسٹی جانے سے پہلے وہاں سے تشریف لے گئے تھے۔ بلکہ شیخ شنقیطی تو وفات پا چکے تھے۔ یونیورسٹی کے باقاعدہ اساتذہ کے علاوہ انھیں عالم اسلام کی بہت سی شخصیتوں سے ملاقات کے مواقع میسر آئے اور انھوں نے ان کے علم وتحقیق سے استفادہ کیا۔

حافظ عبدالرشید اظہر نے جن عالی مقام اساتذہ کے حضور پاکستان میں زانوئے شاگردی تہ کیے، ان کے اسمائے گرامی ہیں حافظ عبدالغنی، مولانا علی محمد سعیدی، مولانا محمد داؤد مسعود، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا ثناء اللہ ہوشیارپوری، حافظ محمد بنیامین طور، مولانا فاروق احمد راشدی...... غیر رسمی طور پر انھوں نے سب سے زیادہ علمی استفادہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے کیا۔ ان کی شخصیت کے نقوش ان کے دل ودماغ پر مرتسم ہیں۔ حدیث اور علوم حدیث کے باب میں ان کی تحقیق کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ جو شخص ان سے حصولِ فیض کا خواہاں ہوتا، وہ اس کی فراخ حوصلگی سے مدد فرماتے۔

اب آتے ہیں حافظ عبدالرشید اظہر کی حصولِ تعلیم سے بعد کی سرگرمیوں کی طرف......!

گزشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ حافظ عبدالرشید اظہر نے ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۳ء کے آخر) میں مدینہ یونیورسٹی کا نصاب تعلیم مکمل کیا اور اس کی سند لی۔ اسی زمانے میں دفتر کی طرف سے انھوں نے Deputation پر پنجاب یونیورسٹی لاہور، نیپا اور پولیس اکیڈمی سہالہ میں لیکچر دیے۔

مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے پرائیویٹ طور پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ یونیورسٹی والے عام طور پر پرائیویٹ طلبا کو فرسٹ ڈویژن نہیں دیتے۔ لیکن حافظ صاحب وہ طالب علم تھے جو فرسٹ ڈویژن کے مستحق قرار پائے۔

اس کے بعد انھوں نے پی ایچ ڈی کیا۔ ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کے لیے ان کے مقالے کا موضوع قرآنِ مجید کی دو تفسیروں کا تقابلی مطالعہ تھا۔ ایک تفسیر تھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ''تفسیر مظہری'' جو دس جلدوں میں پھیلی ہوئی بہت بڑی تفسیر ہے۔ دوسری تفسیر ہے نواب صدیق حسن خان کی ''تفسیر فتح البیان۔'' یہ بھی دس جلدوں پر محیط ہے۔ یہ بہت علمی، تحقیقی اور محنت طلب کام تھا جو حافظ عبدالرشید اظہر نے کیا۔ یہ مقالہ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور عربی زبان

میں ہے۔ اس کا عنوان ہے ''الدراسۃ المقارنۃ بین التفسیر المظہری وفتح البیان۔'' اس کی تکمیل کا مشکل مرحلہ ۹۷۔۱۹۹۶ء میں طے ہوا۔ لیکن اس کی ڈگری انھیں پانچ سال بعد ملی۔ ہوا یہ کہ پہلے اسے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے سعودی عرب اور قطر کے بعض محققین کے پاس بھیجا گیا۔ وہاں سے رپورٹ آنے میں تاخیر ہوئی تو ہندوستان میں سید محمد رابع ندوی کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ اس طرح پانچ سال یہ مقالہ مختلف مقامات میں گھومتا رہا۔ پھر اس کی رپورٹ کے بعد جب Viva ہوا تو وہ صرف پانچ منٹ کا تھا۔ ۲۰۰۲ء میں انھیں پی ایچ ڈی کی سند ملی۔

حافظ عبدالرشید اظہر کی خدمات جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

⊙...... ۱۹۷۲ء میں جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) سے فراغت کے بعد تقریباً چھ سال مختلف دینی مدارس میں طلبا کو قرآن وحدیث اور فقہ واصول کی کتابیں پڑھاتے رہے۔

⊙...... کچھ عرصہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ادارۃ البحوث الاسلامیہ) جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کے سربراہ کی حیثیت سے تصنیفی وتحقیقی خدمت سرانجام دی۔

⊙...... ۱۹۷۸ء کے تعلیمی سال میں اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ عربی میں مہمان استاذ کی حیثیت سے ایم اے (عربی) کی کلاسوں کو پڑھایا۔

⊙...... ۱۹۸۷ء میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ پبلک ایڈمنسٹریشن (نیپا) لاہور میں ججز کورس میں اصولِ اجتہاد پر تین درجن لیکچر دیے۔

⊙...... ۱۹۹۴ء میں مدینہ یونیورسٹی کی طرف سے منعقدہ تعلیمی وثقافتی کورس میں یونیورسٹی کے اساتذہ کے ساتھ اسلامی ثقافت کے موضوع پر محاضرات (لیکچرز) دیے۔

⊙...... نومبر ۱۹۹۷ء میں نیویارک (امریکہ) کی مسلم کمیونٹی کی خصوصی دعوت پر وہاں ''عظمت مسلم'' کانفرنس میں شرکت کی اور دو ہفتے وہاں اسلام سے متعلق مختلف عنوانات پر لیکچر دیے۔

⊙...... ۱۹۹۹ء میں پولیس کالج سہالہ میں آفیسر ٹریننگ کورس میں انسانی حقوق کے موضوع پر لیکچر دیے۔

⊙...... ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء میں برطانیہ میں منعقدہ اسلامی کانفرنس میں شرکت کی اور تقریریں کیں۔

⊙...... ۲۰۰۲ء میں انڈونیشیا میں ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت اور وہاں ایک مہینا علمائے کرام کے مجمعے میں حدیث رسول (ﷺ) کے مختلف پہلوؤں پر ان کے لیکچروں کا سلسلہ جاری رہا۔

⊙...... کچھ عرصہ وہ فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد کے فقہی مشیر بھی رہے۔

⊙...... خالص اسلامی موضوعات سے متعلق ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ان کی تقریریں ہوتی رہیں۔

⊙...... گزشتہ چالیس بیالیس برس سے دینی مدارس کے تعلیمی سال کے آخر میں اہل حدیث مدارس میں اختتام صحیح بخاری کی تقریبات کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ اس کی آخری حدیث پر تقریر کے لیے کسی معروف عالم دین کو دعوت دی جاتی ہے۔ اس میں ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کو بھی بلایا جاتا ہے اور وہ اس بابرکت موقعے پر تقریر فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب جہاں درس وتدریس اور تقریر وخطابت کے میدان میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، وہاں قلم وقرطاس سے بھی ان کا باقاعدہ ربط وتعلق ہے۔ آیے اس پر بھی نگاہ ڈالیے۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک اہم قلمی کام ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے، جس کا گزشتہ سطور میں تذکرہ ہوا۔ یہ مقالہ عربی زبان میں ہے۔ اس پر نظر ثانی کر کے اور اس میں اگر کہیں تکرار ہے تو اسے حذف کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو یہ ایک خالص تحقیقی کتاب ہوگی جس سے عربی دان طبقہ خاص طور سے مستفید ہوگا۔

۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے

حالاتِ زندگی تحریر کیے اوراسی زمانے میں معرضِ اشاعت میں آئے۔ افسوس ہے، وہ کتابچہ میری نظر سے نہیں گزرا۔

۱۹۷۱ء میں انھوں نے لاہور کے ایک ماہنامے میں ''دینی مدارس کے نصاب اور طرزِ تعلیم پر ایک نظر'' کے عنوان سے تین قسطوں میں مفصل مضمون لکھا۔

۱۹۷۳ء میں لاہور ہی کے ایک ہفت روزے میں ''معیشت اور اخلاق کا باہمی تعلق شاہ ولی اللہ کے افکار کی روشنی میں'' کے عنوان سے ان کا مبسوط مضمون چودہ قسطوں میں چھپا جو اس موضوع کا اہم مضمون ہے۔

۱۹۷۴ء میں انھوں نے ایک اور خدمت سرانجام دی۔ طبقاتِ کتب حدیث، اسانید کتب حدیث اور بعض علمی فوائد اور مصطلحاتِ حدیث پر مشتمل حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ محدث دہلوی کی فارسی کتاب ''عجالہ نافعہ'' کو عربی میں منتقل کیا اور عربی میں اس پر تعلیقات وحواشی لکھے اور اسے شائع کیا۔ برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کے تمام اساتذۂ حدیث اور محدثین کی اسانید کتب حدیث کا مرجع یہی کتاب ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے شریعت کالج سے ڈگری کے لیے ''الاستصلاح فی الشریعۃ الاسلامیۃ'' کے عنوان سے عربی میں مقالہ لکھا جو بڑے سائز کے سو صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

مولانا فتح محمد جالندھری کے ترجمہ قرآن فتح المجید کے سلسلے میں بھی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمہ قرآن پر بھی بعض اہل علم دوستوں (حافظ عبدالحمید ازہر اور قاری نعیم الحق نعیم) کی رفاقت میں کچھ کام کیا۔

اس کے علاوہ بھی انھوں نے تراجم ومقدمات کی صورت میں بعض تحریری خدمات سرانجام دیں۔

ڈاکٹر صاحب ماشاء اللہ باہمت اہل علم ہیں اور مختلف اسالیب میں ان کی علمی سرگرمیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

وہ عبادت گزار، مرنجاں مرنج اور خوش کردار وخوش اخلاق اہل علم ہیں۔ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ کسی سے الجھنا اور بحث ونزاع میں پڑنا ان کا شیوہ نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا حلیہ یہ ہے کشیدہ قامت، متناسب الاعضا، گندمی رنگ، کھلی پیشانی، تیکھے نقوش اور ملن سار۔ سر پر قراقلی ٹوپی اور شلوار قمیص میں ملبوس۔ اہل علم کے قدردان۔

جن حضرات کے علم وعمل اور تحریر وکتابت سے وہ متاثر ہیں، ان میں مولانا ابوالکلام آزاد کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ایک انٹرویو میں جو ان سے ماہنامہ ''شہادت'' (اسلام آباد) کے چیف ایڈیٹر جناب خالد سیال نے لیا اور وہ اس ماہنامے میں جولائی ۲۰۰۷ء میں چھپا، فرماتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ، شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ اور امام نووی کی ریاض الصالحین میری انتہائی پسندیدہ کتابیں ہیں......اور تاریخ اسلام کی کچھ شخصیات میں جن کی سیرتوں اور کتابوں نے زندگی میں بڑی رہنمائی کی، اصحاب رسول (ﷺ) اور تابعین کے بعد امام احمد، امام بخاری، امام ابن تیمیہ، ابوالکلام آزاد اور اقبال اور عربی ادب کی معروف شخصیت مصطفیٰ صادق الرافعی سے بہت کچھ سیکھا اور سیکھ رہے ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا تذکرہ انھوں نے کئی دفعہ پڑھا اور اس کے مندرجات نے ان کے قلب وذہن کو بہت متاثر کیا۔

ڈاکٹر عبدالرشید اظہر کی شادی ۱۹۷۳ء میں ان کے استاذ مکرم مولانا علی محمد سعیدی مرحوم کی صاحب زادی سے ہوئی۔ ان کی اولاد تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور ماشاء اللہ سب حفاظِ قرآن ہیں۔ سب نے اپنے والد اور والدہ سے (گھر میں) قرآن حفظ کیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی وناصر ہو۔

نکتۂ نظر

جہالت کے خلاف جہاد اور آسکر ایوارڈ

محمد سلیم چنیوٹی

گزشتہ دنوں ایک پاکستانی خاتون ''شرمین عبید چنائے'' نے امریکا کے ایک شخص ''ڈینیئل یگ'' کے کہنے پر عورتوں پر تیزاب پھینکے جانے کی کہانی اور اس کے اثرات پر فلم بنا کر ایوارڈ جیت لیا۔ اس ایوارڈ کو ''آسکر ایوارڈ'' کہا جاتا ہے۔ ''سیونگ فیس'' کے نام سے اس فلم کو امریکیوں نے اس عورت سے تیار کروایا اور ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کرتے رہے۔

ہمارے خیال میں یہ فلم پاکستان میں ہونے والے مظالم کی آڑ میں پاکستان کی عظمت وشان وشوکت کو گندھلانے کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت جتنے مظالم امریکہ میں ہوتے ہیں عورتوں پر یہ مظالم سب سے زیادہ ہیں۔ انھیں بن بیاہی مائیں بنایا جارہا ہے، روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں قتل کی جارہی ہیں، امریکی بدمعاشیاں تمام ملکوں میں کس کو بھولی ہوئی ہیں۔ افغانستان، عراق وغیرہ میں اس کے فوجیوں نے کیا کیا کرتوت نہیں کیے، افغانستان میں امریکی فوجیوں نے خود اپنے ہی ملک کی فوجی خواتین پر جنسی حملے کرکے ان کی عزتوں کو برباد کیا ہے۔

مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآنِ کریم کو ان ظالموں نے کس طرح شہید کیا اور عالم اسلام کے دلوں کو کس طرح چھیدا ہے۔

شرمین عبید چنائے ننگے بازوؤں کے ساتھ یہ ایوارڈ وصول کرتی اخبارات میں دکھائی گئی۔ اور ہمارے میڈیا نے اسے پاکستان کے لیے ایک قابل فخر کارنامہ قرار دے کر اس عورت کو بھی قابل فخر قرار دے دیا۔ صدر اور وزیراعظم اور حزب اقتدار وحزب اختلاف والوں نے اس کے کارنامے کو بڑا سراہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

یہ ٹھیک ہے کہ پاکستان میں جہالت کے خلاف کام کرنا چاہیے۔ یہ جہالت ہی کی وجہ ہے کہ جرائم ہوتے ہیں۔ بے روزگاری ہوتی ہے تو لوگ پریشان ہوجاتے ہیں۔ کام نہ ملے اور روزمرہ کی اشیائے خور ونوش سستے داموں نہ ملیں تو گھریلو جھگڑے تو ہوں گے ہی، مگر اس ملک کے کارپردازان اور حکم رانوں نے جس طرح ملک میں مہنگائی، بجلی وگیس کے نرخوں میں اضافے، تیل اور پٹرول کی قیمتوں میں اندھا دھند اضافے کرکے کس طرح عوام کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اس پر اگر امریکا یا برطانیا میں فلمیں عکس بند کی جائیں تو کیا انھیں اپنے کرتوتوں پر ایوارڈ تقسیم ہوتے اچھے لگیں گے؟

''سیونگ فیس'' جیسی فلم کو ایوارڈ سے نوازا جانا خالصتاً پاکستان کی عزت وناموس پر ایک گھناؤنا وار معلوم ہوتا ہے۔

اس فلم کو آسکر ایوارڈ تو مل گیا کہ یہ عورتوں پر تیزاب پھینکے جانے کے افسوس ناک واقعے پر فلمائی گئی ہے۔ اب ۸/ مارچ کو یہودیوں اور عیسائیوں نے عورتوں کا عالمی دن منانا شروع کیا ہوا ہے۔ گزشتہ ۸/ مارچ ۲۰۱۲ء کو بھی یہ دن انھوں نے عورتوں کے عالمی دن کے طور پر منایا اور ''سیونگ فیس'' نامی ایوارڈ یافتہ فلم کو امریکا کے ایک ٹی وی H.B.O پر دکھانے کا اعلان بھی کردیا گیا۔ ازاں بعد پاکستان میں بھی یہ فلم دکھائی جائے گی۔

یہاں ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ ایک عشرہ قبل پاکستان کی ایک عورت ''مختاراں مائی'' جو ایک عام دیہاتی عورت تھی، اس کے بھائی نے کسی دوسری لڑکی سے زیادتی کا ارتکاب کردیا تو اس لڑکی کے بھائیوں نے اس کی بہن ''مختاراں مائی'' کو ایسے ہی واقعے سے گزار دیا۔ اس وقت پرویز مشرف کا دور تھا۔ امریکی این جی اوز نے اس

واقعے کو میڈیا میں اتنا اچھال دیا کہ پاکستان کی بے عزتی کرنے کے لیے اس ''مختاراں مائی'' کو یکدم اعلیٰ درجے دیے جانے لگے اور ممالک غیر میں بلایا جانے لگا۔

مسٹر پرویز مشرف نے شروع میں اس عورت کے باہر جانے پر پابندی لگا دی تھی، مگر این جی اوز کے شور اور امریکی دباؤ کے سامنے یہ کمانڈو مشرف بھیگی بلی بن گیا، جس طرح افغانستان پر امریکی حملے کے لیے ایک فون کال پر بھیگی بلی بن گیا تھا۔ اس مختاراں مائی کو کیسے کیسے ایوارڈ دیے گئے اور کیا کیا رتبے و مرتبے دیے گئے کہ یہ مختاراں مائی نہ رہی بلکہ کئی کئی مربعوں زمین اور کوٹھیوں کی خود مختار مالک بنا دی گئی۔ پرائیویٹ سیکرٹری اسے عنایت کر دیا گیا اور عام دیہاتی خاتون کے لباس، طور طریقے، آنکھوں پر سیاہ چشمے اور قیمتی انگوٹھیوں اور کاریں اسے دے دی گئیں۔ ساری دنیا میں پاکستان کی بے عزتی کرنے کے بعد جب میڈیا کو ''ٹھنڈ'' پڑ گئی تو آخر اس عورت کے ساتھ ایک آدمی کی شادی کر دی گئی۔ یہ اصل کام تھا جو اس بے چاری نے کرنا تھا اور یہ کام کرنے کے بجائے غیر ملکی شرارتیوں کے ہتھے چڑھ گئی۔ اب یہ شادی کے بعد ایک بچے کی ماں ہے اور بڑے سکون سے رہ رہی ہے۔

خدارا پاکستانیوں کو صحیح راہنمائی فراہم کی جائے۔ جہالت کے خلاف اصل کام علمائے کرام، ہماری اپنی مسلمان این جی اوز، اصلاح کرنے والے مبلغین اور اسلامی ذہن رکھنے والے مربی قسم کے افراد کر سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ ہمیں بدمعاش اور پاکستان کی معاشرتی اقدار کے دشمن ایوارڈوں سے نوازتے پھریں اور بین الاقوامی سطح پر ہمیں آشکار کرتے پھریں۔ یہ چیز ہمارے عزت و آبرو کے خلاف معلوم ہوتی ہے، اللہ کریم ہمیں صحیح فہم سے نوازے، آمین۔

عظیم سکالر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کا سانحۂ قتل

عظیم سکالر، مکتب الدعوۃ السعودی، اسلام آباد میں اردو شعبے کے ڈائریکٹر و ترجمان فضیلۃ الشیخ مولانا حافظ ڈاکٹر عبدالرشید اظہر مؤرخہ ۱۷/مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ اسلام آباد میں انتہائی سفاکانہ طریقے سے شہید کر دیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ جنھیں مرحوم لکھتے ہوئے قلم لرز رہا ہے۔ ایک فاضل اجل، متبحر عالم، کہنہ مشق استاذِ حدیث، محقق و مفسر، کلام کے بادشاہ اور مجسم علم و عمل تھے۔ جماعت اہل حدیث کی دینی و علمی محفلوں، تقاریب، بخاری شریف کی آخری حدیث پر عظیم الشان لیکچر دینے والے اکثر آپ ہی ہوتے تھے۔ آپ ایک منجھے ہوئے خطیب، مقرر اور مبلغ تھے۔ واقعات کے مطابق ۱۷/مارچ ۲۰۱۲ء کی دوپہر دو آدمی ان کے گھر ایف ۱۰/۱ اسلام آباد میں آئے۔ کچھ دیر گفتگو کرتے رہے۔ چونکہ ان لوگوں کی نیت حافظ صاحب کو قتل کرنے کی تھی اور موقع پاتے ہی انھوں نے ڈاکٹر صاحب کے گلے میں پھندا ڈالا اور انھیں دردناک طریقے سے شہید کر کے ان کی گاڑی بھی لے اُڑے۔ ثم انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کی پہلی نماز جنازہ ۱۸/مارچ ۲۰۱۲ء کی صبح ساڑھے نو بجے جامعہ سلفیہ، اسلام آباد میں پڑھائی گئی۔ جنازے کی امامت ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر مرحوم کے دیرینہ دوست، دکھ سکھ کے ساتھی اور ہمارے بزرگ محترم حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ سیکڑوں احباب جماعت، علماء اور کارکنان کے علاوہ سعودی زعماء، سرکاری و غیر سرکاری شخصیات جنازے میں شریک ہوئیں۔

دوسرا بڑا جنازہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ہوا۔ یہاں حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے جنازہ پڑھایا۔ ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ بعد ازاں مرحوم کی میت ان کے آبائی مقام خانیوال لے جائی گئی اور یہاں تیسرا جنازہ ہوا۔ رات گئے حافظ صاحب کو آہوں، سسکیوں میں سپرد رحمت باری کر دیا گیا۔ اللھم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه۔ اللھم ادخله الجنة الفردوس.

(محمد سلیم چنیوٹی)